ماہنامہ
اخبار احمدیہ
جرمنی
جنوری 2026ء جلد نمبر 27 شمارہ نمبر 1

شرائطِ بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ

اوّل:۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اُس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم:۔ یہ کہ جھوٹ اور زِنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہو گا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم:۔ یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر دُرود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دِلی محبّت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اُس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ وِرد بنائے گا۔

چہارم:۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم:۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہو گا اور ہر ایک ذِلّت اور دکھ کے قبول کرنے کے لیے اُس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اُس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم:۔ یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم:۔ یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم:۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردئ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزّت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم:۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم:۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوّت محض لِلّٰہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقتِ مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوّت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو گا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ 12/ جنوری 1889ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

چلو اپنی دنیا کو جنّت بنادیں

یہ عجیب حُسنِ اتفاق ہے کہ سال بھر ساری دنیا میں منعقد ہونے والے جلسوں کا اختتام مہدیٔ دوراں کی بستی میں جلسہ سالانہ قادیان پر ہوتا ہے اور سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اختتامی خطاب بھی فرماتے ہیں اور اجتماعی دعا بھی۔ اس دُعا میں ایم ٹی اے کی نعمت کے طفیل ساری دنیا کے احمدی مسلمان شامل ہوتے ہیں اور بیک وقت دنیا کے ہر کونے اور کنارے میں احمدی ہاتھ اٹھا کر خشوع وخضوع اور گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرتے ہیں اور چونکہ یہ جلسہ عموماً سال کے آخر میں ہوتا ہے لہٰذا دعاؤں کے ساتھ پچھلے سال کو وداع کرتے ہیں اور نئے سال کے بابرکت ہونے کی دعا کرتے ہیں۔ جبکہ دوسری دنیا ایک اور رنگ میں سال کو الوداع کرتی اور نئے سال کا استقبال کرتی ہے لیکن جماعت احمدیہ میں یہ موسم دعا کا موسم ہوتا ہے۔

تم بھی اٹھاؤ ہاتھ کہ موسم دعا کا ہے

28 دسمبر 2025ء کو حضور انور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایوان مسرور اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں جلسہ سالانہ قادیان سے خطاب فرمایا اور احمدیوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم پر عمل کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

ہر احمدی کو شرائطِ بیعت کو وقتاً فوقتاً اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ جنہوں نے شرائطِ بیعت اپنے گھروں میں سامنے نہیں لٹکائیں، وہ اب لگالیں۔ اس سے پتا لگتا رہے گا کہ شرائطِ بیعت کیا ہیں اور جب ان کو پڑھیں گے تو اپنی اصلاح کی بھی کوشش ہوتی رہے گی... حضرت مسیح موعودؑ نے ہمیں بتایا ہے کہ کس طرح اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور کن باتوں کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ سب سے بنیادی چیز آپؑ نے یہی بتائی کہ اپنے اندر تقویٰ پیدا کرو تبھی اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرسکو گے۔ آپؑ نے فرمایا کہ جب تک عمل نہ ہو لفّاظی سے کام نہیں ہوتا۔ اگر تم اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہو، اگر تم اپنے حق بیعت کو ادا کرنا چاہتے ہو تو پہلے تمہیں خود تقویٰ اور طہارت کو اختیار کرنا پڑے گا اور جب تم یہ کرو گے تو پھر تم خدا تعالیٰ کی پناہ کے حصن حصین میں آجاؤ گے۔ حضور انور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت مسیح موعودؑ کی اس دعا کی طرف بھی توجہ دلائی:

''اے ربّ العالمین! تیرے احسانوں کا مَیں شکر نہیں کرسکتا، تو نہایت ہی رحیم وکریم ہے اور تیرے بے غایت مجھ پر احسان ہیں میرے گناہ بخش تا مَیں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خالص محبّت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما۔ اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تو راضی ہو جائے میں تیرے وجہ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما اور دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ ہر ایک فضل وکرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین ثم آمین'' (الحکم قادیان 20 فروری 1898ء صفحہ 9)

ان قیمتی نصائح اور دلگداز دعا سے بڑھ کر نئے سال کا تحفہ کیا ہو سکتا ہے۔ یہ ہم احمدیوں کی عین خوش بختی نہیں تو اور کیا ہے۔

دعا کرو کہ یہ پودا سدا ہرا ہی لگے

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ

اخبار احمدیہ
ماہنامہ جرمنی

رجب/شعبان 1447 ہجری قمری | جنوری 2026ء | جلد نمبر 27 | شمارہ نمبر 1 | صلح 1405 ہجری شمسی

فہرست مضامین

04 قال اللہ جل جلالہ، قال النبی ﷺ، قال المسیح الموعود علیہ السلام
05 تبرّکات: دنیا کی سب نعمتیں اخروی نعماء کی تمثیل ہیں
06 منظوم کلام: جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے تیرے دیدار کا
07 خطبہ جمعہ: اللہ تعالیٰ مستقل نیکیاں اپنے بندے سے چاہتا ہے
15 تزکیہ نفس
18 محترم نیشنل امیر صاحب جماعت احمدیہ جرمنی کا سالِ نو کے موقع پر پیغام
19 آغاز بھی بخیر ہو، انجام بھی بخیر
22 36ویں مجلس شوریٰ مجلس انصاراللہ جرمنی
23 تو نیا ہے تو دکھا صبح نئی شام نئی
25 سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عائلی زندگی
29 حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ زمانہ طالب علمی کے دوران جرمنی میں
35 سب سخن کے جام بھرتے ہیں اسی سرکار سے
38 تقریب تقسیم اَسناد عائشہ اکیڈمی جرمنی
39 خوفزدہ اکثریت
41 استاذی المحترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب سے چند سوالات اور ان کے جوابات
43 آدھی صدی کا سفر
47 رُلائے گی میری یاد ان کو مدتوں صاحب
48 اعلاناتِ وفات: بلانے والا ہے سب سے پیارا

اخبار احمدیہ جرمنی کے تازہ و گزشتہ شمارے اخبار احمدیہ جرمنی کی ویب سائٹ
www.akhbareahmadiyya.de
پر بھی پڑھے جاسکتے ہیں

مجلس ادارت

سرپرست
محترم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب
امیر جماعت احمدیہ جرمنی

مدیر اعلیٰ
محمد الیاس منیر

مدیران
اویس احمد نوید، مدبّر احمد خان

معاونین
سلطان احمد قمر، سیّد سعادت احمد

پروف ریڈنگ
عبدالرحمٰن مبشر، سیّد افتخار احمد

ڈیزائننگ و کمپوزنگ
آفاق احمد زاہد، طارق محمود

سرِ ورق
احسان اللہ ظفر

کیلیگرافی
سعید اللہ خان

مینیجر
سیّد افتخار احمد

اعزازی اراکین
محمد انیس دیالگڑھی، منور علی شاہد، صادق محمد طاہر

پتہ
شعبہ اشاعت جماعت احمدیہ جرمنی
Genfer Str.11,
60437 Frankfurt am Main, Germany
Email: akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de
Tel & Fax: +49-69 50688722
PRINTER: RANA PRINT
HERKULESSTRASSE 45 50823 KÖLN

07

04

رب زدني علما

O MEIN HERR, MEHRE MICH AN WISSEN.

AISCHA AKADEMIE
DEUTSCHLAND

38

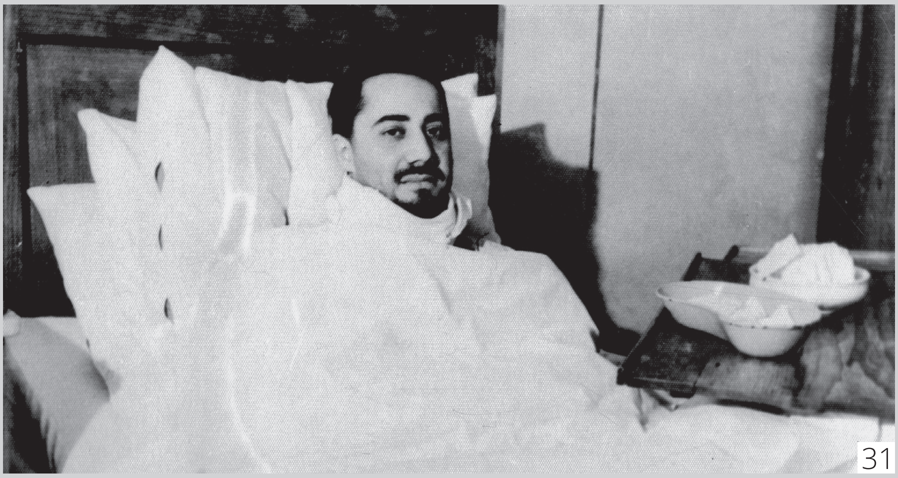

31

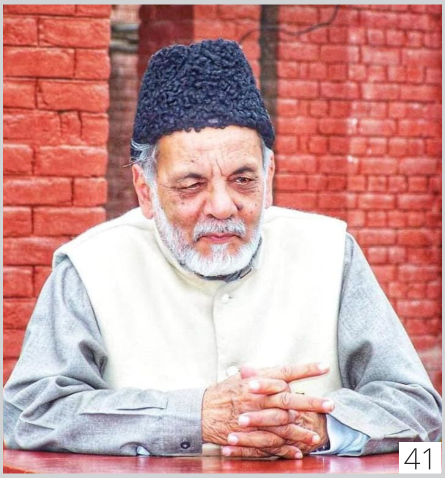

41

25

22

23

© Uroojmirza71 / Wikimedia Commons / CC BY-SA 4.0

39

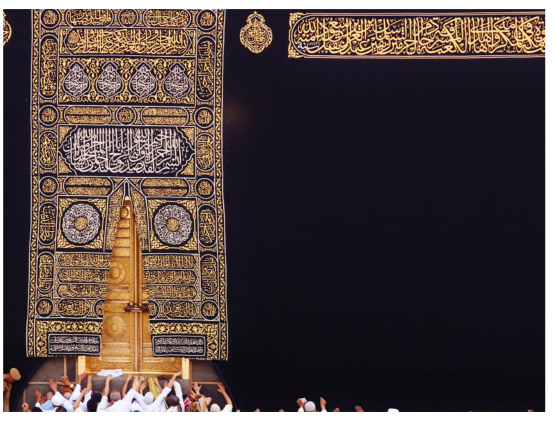

قال اللہ جل جلالہ

وَبَشِّرِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ

(البقرۃ 26)

اور خوشخبری دے دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے کہ ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُجِبَتِ الجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ

(صحیح بخاری کتاب الرقاق)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آگ نفسانی خواہشوں سے ڈھکی ہوئی ہے اور جنّت ان باتوں سے ڈھکی ہوئی ہے جو نفس کو بری معلوم ہوتی ہیں۔

قال المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں اُن کو خوشخبری دے دو کہ وہ اُن باغوں کے وارث ہیں جن کے نیچے ندیاں بہ رہی ہیں۔ اس آیت میں ایمان کو اللہ تعالیٰ نے باغ سے مثال دی ہے اور اعمال صالحہ کو نہروں سے۔ جو رشتہ اور تعلق نہر جاریہ اور درخت میں ہے وہی رشتہ اور تعلق اعمال صالحہ کو ایمان سے ہے۔ پس جیسے کوئی باغ ممکن ہی نہیں کہ پانی کی بدوں سرسبز اور ثمر دار ہو سکے اسی طرح پر کوئی ایمان جس کے ساتھ اعمال صالحہ نہ ہوں مفید اور کارگر نہیں ہو سکتا پس بہشت کیا ہے وہ ایمان اور اعمال ہی کے مجسم نظارے ہیں وہ بھی دوزخ کی طرح کوئی خارجی چیز نہیں ہے بلکہ انسان کا بہشت بھی اس کے اندر ہی سے نکلتا ہے۔

(الحکم 10 جنوری 1902ء صفحہ 4 تا 6)

دنیا کی سب نعمتیں اُخروی نعماء کی تمثیل ہیں

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ خدا کی رحمت فرمانبرداروں اور راستبازوں پر ہوتی ہے جو خداتعالیٰ کے حضور نیکی اور پاکیزگی کا تحفہ لے کر جاتے ہیں اور شرارتوں اور بدکاریوں سے دور رہتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ خداتعالیٰ سے بُعد اور حرماں کا موجب ہیں ایسے لوگ ایک چشمہ سے دھوئے جاتے ہیں جس کا دھویا ہوا پھر کبھی میلا اور ناپاک نہیں ہوتا اور انہیں وہ شربت پلایا جاتا ہے جس کا پینے والا کبھی پیاسا نہیں ہوتا نہیں وہ زندگی عطا ہوتی ہے جس پر کبھی موت وارد نہیں ہوتی، انہیں وہ جنّت دیا جاتا ہے جس سے کبھی نکلنا نہیں ہوتا۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 359)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

مومن اور کافر کی عام شناخت کا تو وہی وقت ہے جبکہ ایک فریق جنّت میں جاوے گا اور دوسرا دوزخ میں لیکن چونکہ بہشتی اور جہنمی زندگی اسی دنیا سے شروع ہو جاتی ہے اس لئے یہ کہنا بھی بالکل درست ہے کہ اسی عالم میں اللہ تعالیٰ کے اس فتویٰ کا پتہ لگ جاتا ہے۔ اس لیے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم زمینی اور خیالی باتوں پر صبر کرنے والے نہ بنو۔ اپنے تجویز کردہ ناموں پر خوش مت ہو بلکہ اس فکر میں لگے رہو کہ آسمان سے تمہیں سرٹیفکیٹ مل جائے۔ میں اس پر بھی یقین رکھتا ہوں کہ حقیقی مومن خداتعالیٰ سے براہ راست بھی مومن ہونے کا فتویٰ سن لیتا ہے جس کا زندہ نمونہ ہمارا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود ہے۔

(خطابات نور صفحہ 115)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

رُوحانی انعامات سے یہ مراد نہیں کہ اُخروی زندگی میں محض ایک اندرونی احساس خداتعالیٰ کی نعمتوں کا ہو گا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی سب نعمتیں ... اُخروی نعماء کی تمثیل ہیں اور بجائے یہ کہنے کے کہ اُخروی زندگی میں اس دنیا کی نعمتوں کی مثل ملے گی یوں کہنا چاہیے کہ اُخروی نعمتیں تو اصل ہیں اور یہاں کا پانی اور یہاں کا دودھ اور یہاں کا شہد اور یہاں کے پھل سب اُخروی زندگی کی تمثیل ہیں اور ان نعمتوں کا نقشہ کھینچنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور چونکہ یہ دنیا مادی ہے انہیں مادی شکل دے دی گئی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نے ان نعماء سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جب تمثیل ایسی لذیذ ہے تو اصل شے کہیں لذیذ ہو گی۔ (تفسیر کبیر جلد 1 صفحہ 359)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں

اس وہم میں مبتلا رہنا کہ اس دنیوی زندگی میں بے شک ہم ہر قسم کے اندھیروں میں بھٹکتے رہیں اُخروی زندگی میں ہمیں نور ملے گا اور نجات حاصل ہو گی یہ غلط ہے جس شخص کو وہاں جنّت ملتی ہے اس کو اس دنیا میں بھی جنّت ملتی ہے جس شخص کو وہاں نور حاصل ہونا ہے اس کے لئے نور کے سامان اسی دنیا میں پیدا کئے جاتے ہیں جس نے وہاں نجات حاصل کرنی ہے اس کے لئے نجات کے آثار اسی زندگی میں نمایاں طور پر نظر آنے لگ جاتے ہیں۔

(خطبات ناصر جلد 2 صفحہ 258)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں

قرآن کریم نے جنّت کی تعریف ہی یہ فرمائی ہے کہ وہاں سلام سلام کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔ سَلٰمًا سَلٰمًا ہر طرف سلامتی ہی سلامتی ہے۔ پس خدا کے وہ بندے جو وفات پانے لگتے ہیں ان کو بھی یہی فرشتے پیغام دیتے ہیں کہ تم سلامتی میں آ رہے ہو۔ پس سلام کا لفظ اطلاق تب پاتا ہے انسان پر جب وہ اس طرح اپنے آپ کو سپرد کرے کہ نہ اس کی جان اپنی رہے نہ اس کے مال اپنے رہیں کچھ بھی نہ رہا۔ ایسی صورت میں جب سلام خدا اس کا جواب دیتا ہے تو سب کچھ اس کا ہو جاتا ہے کوئی چیز بھی اس کے دائرہ قدرت سے باہر نہیں رہتی۔ اس کی ہر خواہش خدا پوری فرماتا ہے۔ (خطبات طاہر جلد 14 صفحہ 390)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

یہ نیک اعمال کیا ہیں جن کی وجہ سے ہمیں جنتیں ملیں گی اور اس کے بعد ہمیں سلامتی کا تحفہ ملے گا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے بندے کو پیدا کیا ہے۔ اس کے دین کی سربلندی کے لئے کوشش ہے۔ دین کی خاطر مالی اور جانی قربانی کرنے کی کوشش ہے۔ اس کے دین کو پھیلانے کے لئے تبلیغ میں حصہ لینا ہے۔ دعوت الی اللہ کرنا ہے۔ دنیا کو خدائے واحد کی حقیقی تصویر دکھانا ہے۔ نیکیوں کی تلقین کرنا ہے جس میں بہت سارے حقوق العباد آ جاتے ہیں ... پس جہاں ایک مومن کو اپنے میں سے برائیاں ختم کرنے والا اور نیکیاں اختیار کرنے والا ہونا ہے وہاں ایک مومن سلامتی کے پیغام کو دوسرے تک پہنچانے والا بھی ہے۔ (خطبہ جمعہ 18 مئی 2007ء)

جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالَم آئینہ اَبْصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کَل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اُس میں جمالِ یار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشہ ہے تری چمکار کا

کیا عجب تو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

خُوبرُویوں میں ملاحت ہے ترے اُس حسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا

تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر دَرماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

(انتخاب از درِثمین، ''حمدِ ربّ العالمین'')

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے

اللہ تعالیٰ مستقل نیکیاں اپنے بندے سے چاہتا ہے

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جنوری 2016ء کا مکمل متن

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

آج نئے سال کا پہلا دن ہے اور یہ جمعۃ المبارک کے بابرکت دن سے شروع ہو رہا ہے۔ حسبِ روایت نئے سال کے شروع ہونے پر ہم ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہیں۔ مجھے بھی نئے سال کے مبارک باد کے پیغام احباب جماعت کی طرف سے موصول ہو رہے ہیں۔ آپ بھی ایک دوسرے کو مبارکبادیں دے رہے ہوں گے۔ مغرب میں یا ترقی یافتہ کہلانے والے ممالک میں نئے سال کی رات، ساری رات ہاہُو، شراب نوشی، ہلّڑبازی اور پٹاخے اور پھلجھڑیاں جسے فائرورکس (Fireworks) کہتے ہیں، سے نئے سال کا آغاز کیا جاتا ہے بلکہ اب مسلمان ممالک میں بھی نئے سال کا اسی طرح استقبال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کل دوبئ میں بھی اسی طرح کے فائرورکس کی خبریں آ رہی تھیں۔ جہاں یہ سب تماشے دکھا رہے تھے، وہیں اس کے ساتھ ہی ایک 63 منزلہ عمارت کو لگی ہوئی آگ کے نظارے بھی دکھائے جا رہے تھے جو راکھ کا ڈھیر ہوگئی تھی۔ لیکن ٹی وی پر بار بار اعلان ہو رہا تھا کہ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اس عمارت میں یہ آگ لگی ہے تو لگی رہے۔ تباہی ہوتی ہے تو ہوتی رہے۔ ہم تو اس جگہ کے سامنے اس کے قریب ہی اپنے پروگرام کے مطابق پھلجھڑیاں چھوڑیں گے اور تماشے کریں گے۔ ویسے تو اِس وقت اکثر مسلمان ملکوں کی حالت بُری ہے لیکن بہرحال یہ ایک اظہار ہے۔ ان ملکوں سے دنیاداری کے اظہار ہو رہے ہیں جن کے پاس پیسہ ہے۔ اگر آگ وہاں نہ بھی لگی ہوتی تو اس حالت کا یہ تقاضا تھا کہ مسلمان امیر ملک یہ اعلان کرتے کہ ہم ان فضول چیزوں میں پیسہ برباد کرنے کی بجائے جو بہت سارے مسلمان متاثرین ہیں ان کی مدد کریں گے لیکن یہاں تو اپنی تعلیم بھول کر ان کا یہ حال ہے کہ کچھ دن پہلے دوبئ سے ہی یہ بھی خبر آ رہی تھی کہ ان کا جو سب سے بڑا ہوٹل ہے اس میں دنیا کا مہنگا ترین کرسمس ٹری (Christmas Tree) لگایا گیا ہے جس کی مالیت گیارہ ملین ڈالر کی تھی۔ تو یہ تو اب امیر مسلمان ملکوں کی ترجیحات ہو چکی ہیں۔ لیکن احمدیوں میں سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے اپنی رات عبادت میں گزار دی یا صبح جلدی جاگ کر نفل پڑھ کر نئے سال کے پہلے دن کا آغاز کیا۔ بہت سی جگہوں پر باجماعت تہجد بھی پڑھی گئی لیکن اس سب کے باوجود ہم ان مسلمانوں کی نظر میں غیر مسلم ہیں اور یہ ہلّڑبازی کرنے والے، رقموں کا ضیاع کرنے والے، غیر مذاہب کی رسومات کو بڑے اہتمام سے منانے والے یہ لوگ مسلمان ہیں۔ بہرحال ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمان ہیں اور ہمیں کسی کی سند کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر ہم کسی سند کے خواہش مند ہیں تو وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں حقیقی مسلمان بن کر سند لینے کی ہے اور اس کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ ہم نے سال کے

پہلے دن انفرادی یا اجتماعی تہجد پڑھ لی یا صدقہ دے دیا یا نیکی کی کچھ اور باتیں کر لیں اور اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا حق دار بنا دیا۔ بیشک یہ نیکی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی ہوسکتی ہے لیکن تب جب اس میں استقلال بھی پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ تو مستقل نیکیاں اپنے بندے سے چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کا بندہ مستقل اس کے احکامات پر عمل کرنے والا ہو۔ نیکیاں بجالانے والا ہو۔ نمازوں اور تہجد کے ساتھ دلوں میں ایک پاک انقلاب پیدا کرنے کی ضرورت ہے تب خدا تعالیٰ

کے بجائے دنیا کے لئے جیتا ہے) ''اور دنیا ہی کے لئے مرتا ہے۔ اس وقت تک کہ غرغرہ شروع ہو جاوے (موت آ جائے) دنیا ہی اس کو مقصود، محبوب اور مطلوب رہتی ہے۔ پھر کیونکر کہہ سکتا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتا ہوں''۔

فرمایا کہ: ''یہ بڑی غور طلب بات ہے اس کو سرسری نہ سمجھو۔ مسلمان بننا آسان نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اسلام کا نمونہ جب تک اپنے اندر پیدا نہ کرو مطمئن نہ ہو۔ یہ صرف چھلکا ہی چھلکا ہے اگر بدوں اتباع مسلمان کہلاتے ہو''۔ (یعنی آنحضرت ﷺ کی اتباع

پیدا نہیں ہوتا جب تک رسول اللہ ﷺ کی سچی اطاعت اور متابعت نہ کرو اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل سے دکھا دیا ہے کہ اسلام کیا ہے؟ پس تم وہ اسلام اپنے اندر پیدا کرو تا کہ تم خدا کے محبوب بنو''۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 187-188 ایڈیشن 1985ء)

اسلام دنیا کی نعمتوں سے منع نہیں فرماتا بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی تلقین فرماتا ہے۔ اس بارے میں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ:

''اسلام نے رہبانیت کو منع فرمایا ہے۔ یہ بزدلوں کا کام ہے۔ مومن کے تعلقات دنیا کے ساتھ جس قدر وسیع

نمازوں اور تہجد کے ساتھ دلوں میں ایک پاک انقلاب پیدا کرنے کی ضرورت ہے

راضی ہوتا ہے۔ کسی قسم کی ایسی نیکی جو صرف ایک دن یا دو دن کے لئے ہو وہ نیکی نہیں ہے۔

پس ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ کس قسم کے عمل اور رویے ہمیں اپنانے ہیں یا اپنانے چاہئیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا بنائیں۔ اس کے لئے میں نے آج زمانے کی اصلاح کے لئے بھیجے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فرستادے کی بعض نصائح کو لیا ہے جو آپ نے مختلف وقتوں میں اپنی جماعت کو کی ہیں تا کہ مستقل مزاجی اور ایک تسلسل کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کوشش کرتے رہیں۔ یہی باتیں ہیں جو صرف سال کے پہلے دن

نہیں کرتے، آپ کے اُسوہ پر نہیں چلتے، قرآن کریم کی تعلیم پر عمل نہیں کرتے) فرمایا کہ ''نام اور چھلکے پر خوش ہونا دانشمند کا کام نہیں ہے''۔ (پس اگر یہ اتباع نہیں کر رہے تو پھر تو چھلکا ہی ہے) فرمایا کہ '' کسی یہودی کو ایک مسلمان نے کہا کہ تُو مسلمان ہو جا۔ اس نے کہا تُو صرف نام ہی پر خوش نہ ہو جا۔ (یہودی کہنے لگا کہ) میں نے اپنے لڑکے کا نام خالد رکھا تھا اور شام سے پہلے ہی اسے دفن کر دیا''۔ (اب خالد کا مطلب یہ ہے لمبا رہنے والا۔ ہمیشہ رہنے والا۔ لیکن اس نام سے تو اس کو زندگی نہیں مل گئی۔ اس کی زندگی تو ایک دن بھی نہ رہی) فرمایا

ہوں وہ اس کے مراتب عالیہ کا موجب ہوتے ہیں کیونکہ اس کا نصب العین دین ہوتا ہے اور دنیا، اس کا مال وجاہ دین کا خادم ہوتا ہے۔ پس اصل بات یہ ہے کہ دنیا مقصود بالذات نہ ہو بلکہ حصول دنیا میں اصل غرض دین ہو اور ایسے طور پر دنیا کو حاصل کیا جاوے کہ وہ دین کی خادم ہو۔ جیسے انسان کسی جگہ سے دوسری جگہ جانے کے واسطے سفر کے لئے سواری اور زادِ راہ کو ساتھ لیتا ہے تو اس کی اصل غرض منزلِ مقصود پر پہنچنا ہوتی ہے، نہ خود سواری اور راستہ کی ضروریات۔ اسی طرح پر انسان دنیا کو حاصل کرے مگر دین کا خادم سمجھ کر''۔ فرمایا کہ: ''رَبَّنَآ

کس قدر شرم کی بات ہے کہ انسان عظیم الشان نبی ﷺ کا اُمتی کہلا کر کافروں کی سی زندگی بسر کرے

ہی نہیں بلکہ سال کے بارہ مہینوں اور 365 دنوں کو بابرکت کریں گی اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے بن سکیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ''اب دنیا کی حالت کو دیکھو کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے تو اپنے عمل سے یہ دکھایا کہ میرا مرنا اور جینا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور یا اب دنیا میں مسلمان موجود ہیں۔ کسی سے کہا جاوے کہ کیا تُو مسلمان ہے؟ تو کہتا ہے الحمدللہ۔ جس کا کلمہ پڑھتا ہے اُس کی زندگی کا اصول تو خدا کے لئے تھا مگر یہ دنیا کے لئے جیتا''۔ (کہتے تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہیں لیکن فرمایا کہ اللہ

کہ ''پس حقیقت کو طلب کرو۔ نرے ناموں پر راضی نہ ہو جاؤ۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ انسان عظیم الشان نبی ﷺ کا اُمتی کہلا کر کافروں کی سی زندگی بسر کرے۔ تم اپنی زندگی میں محمد رسول اللہ ﷺ کا نمونہ دکھاؤ۔ وہی حالت پیدا کرو اور دیکھو اگر وہی حالت نہیں ہے تو تم طاغوت کے پیرو ہو''۔ (شیطان کے پیچھے چل رہے ہو۔) ''غرض یہ بات اب بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہونا انسان کی زندگی کی غرض وغایت ہونی چاہئے کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ کا محبوب نہ ہو اور خدا کی محبت نہ ملے کامیابی کی زندگی بسر نہیں کر سکتا اور یہ امر

اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً (البقرۃ: 202) اللہ تعالیٰ نے جو یہ دعا تعلیم فرمائی ہے کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً اس میں بھی دنیا کو مقدم کیا ہے۔ لیکن کس دنیا کو؟ حَسَنَۃُ الدُّنْیَا کو، جو آخرت میں حسنات کا موجب ہو جاوے''۔ (ایسی دنیا کو پہلے رکھا ہے، مقدم کیا ہے کہ اس کی حسنات حاصل کرو جو دنیا آخرت کی حسنات کا موجب بنے) ''اس دعا کی تعلیم سے صاف سمجھ میں آجاتا ہے کہ مومن کو دنیا کے حصول میں حَسَنَاتُ الْاٰخِرَۃِ کا خیال رکھنا چاہئے اور ساتھ ہی حَسَنَۃُ الدُّنْیَا کے

لفظ میں ان تمام بہترین ذرائع حصولِ دنیا کا ذکر آ گیا جو ایک مؤمن مسلمان کو حصول دنیا کے لئے اختیار کرنی چاہیے۔ دنیا کو ہر ایسے طریق سے حاصل کرو جس کے اختیار کرنے سے بھلائی اور خوبی ہی ہو۔ نہ وہ طریق جو کسی دوسرے بنی نوع انسان کی تکلیف رسائی کا موجب ہو۔ نہ ہم جنسوں میں کسی عار اور شرم کا باعث ہو۔ ایسی دنیا بے شک حَسَنَۃُ الْاٰخِرَۃِ کا موجب ہوگی''۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 92-91 ایڈیشن 1985ء)

پس فرمایا کہ ایسی دنیا تلاش کرو جس سے کسی کو نقصان نہ پہنچاؤ جس سے ہم جنسوں میں کسی شرم اور عار کا باعث ہیں جس سے پیاسے کی پیاس بیماری کی طرح بھڑکتی ہے اور اُسے بڑھا دیتی ہیں) فرمایا کہ ''استسقاء کے مریض کی طرح پیاس نہیں بجھتی یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ پس یہ بے جا آرزوؤں اور حسرتوں کی آگ بھی منجملہ اسی جہنم کی آگ کے ہے جو انسان کے دل کو راحت اور قرار نہیں لینے دیتی بلکہ اس کو ایک تذبذب اور اضطراب میں غلطاں و پیچاں رکھتی ہے''۔ فرمایا ''اس لئے میرے دوستوں کی نظر سے (یعنی احمدیوں کی نظر سے) یہ امر ہرگز پوشیدہ نہ رہے کہ انسان مال و دولت یا زن و فرزند کی محبت کے جوش اور نشے میں ایسا دیوانہ اور ازخود رفتہ نہ ہو

پیدا ہوں گی تو پھر عبادتِ الٰہی کی طرف توجہ پیدا ہوگی اور عبادتِ الٰہی انسان کی زندگی کا مقصد ہے) ''اور وہ حالت اس پر وارد ہو جاتی ہے جو یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ کی ہوتی ہے''۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 133-132، ایڈیشن 1985ء)

اس بارے میں فرماتے ہوئے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اس لئے ہمیشہ اپنی موت کو سامنے رکھو۔ تبھی اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل بھی ہو سکتا ہے۔ تبھی انسان ان صفات کو بھی اپنا سکتا ہے فرمایا کہ: ''کسی کو کیا معلوم ہے کہ ظہر کے بعد عصر کے وقت تک زندہ رہے۔ بعض

کمال عبدانسان کا یہی ہے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ یعنی اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہو جاوے

نہ بن جاؤ تو پھر تمہاری ایسی دنیا جو ہے وہ آخرت کے لئے حسنات کا موجب ہے اور ایسی دنیا کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے۔ پھر فرمایا کہ ''سمجھنا چاہئے کہ جہنم کیا چیز ہے؟ ایک جہنم تو وہ ہے جس کا مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ہے۔ دوسرے یہ زندگی بھی اگر خدا تعالیٰ کے لئے نہ ہو تو جہنم ہی ہے''۔ (اگر اس میں حسنات نہیں ہیں تو پھر یہ دنیا بھی جہنم بن جاتی ہے) فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ ایسے انسان کا تکلیف سے بچانے اور آرام دینے کے لئے متوّلی نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ ''یہ خیال مت کرو کہ کوئی ظاہری دولت یا حکومت، مال و عزت، اولاد کی کثرت کسی جاوے کہ اس میں اور خدا تعالیٰ میں ایک حجاب پیدا ہو جاوے''۔ (یعنی دوری پیدا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق ختم ہو جائے۔)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ: ''میرے دل میں یہ بات آئی ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ سے یہ ثابت ہے کہ انسان ان صفات کو اپنے اندر لے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے ساری صفتیں سزاوار ہیں جو ربّ العالمین ہے۔ یعنی ہر عالم میں، نطفہ میں، مضغہ وغیرہ سارے عالموں میں، غرض ہر عالم میں۔ پھر رحمٰن ہے پھر رحیم ہے اور مالک

وقت ایسا ہوتا ہے کہ یکدفعہ ہی دورانِ خون بند ہو کر جان نکل جاتی ہے۔ بعض دفعہ چنگے بھلے آدمی مر جاتے ہیں''۔ (ایک واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ) ''وزیر محمد حسن خان صاحب ہواخوری کر کے آئے تھے اور خوشی خوشی زینے پر چڑھنے لگے۔ ایک دو زینے چڑھے ہوں گے کہ چکّر آیا، بیٹھ گئے۔ نوکر نے کہا کہ مَیں سہارا دوں۔ کہا نہیں۔ پھر دو تین زینے چڑھے پھر چکّر آیا اور اسی چکر کے ساتھ جان نکل گئی''۔ ایسا ہی (ایک اور شخص کا ذکر فرمایا) ''غلام محی الدین کونسل کشمیر کا ممبر یکدفعہ ہی مر گیا''۔ فرمایا ''غرض موت کے آجانے کا ہم کو کوئی وقت

ہمیشہ اپنی موت کو سامنے رکھو۔ تبھی اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل بھی ہو سکتا ہے

شخص کے لئے کوئی راحت یا اطمینان، سکینت کا موجب ہو جاتی ہے اور وہ دم نقد بہشت ہی ہوتا ہے''۔ (یعنی یہ دنیا میں بہشتی بن جاتا ہے) ''ہرگز نہیں۔ وہ اطمینان اور وہ تسلی اور وہ تسکین جو بہشت کے انعامات میں سے ہیں ان باتوں سے نہیں ملتی۔ وہ خدا ہی میں زندہ رہنے اور مرنے سے مل سکتی ہے جس کے لئے انبیاء علیہم السلام خصوصاً ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام کی یہی وصیت تھی کہ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ لذّاتِ دنیا تو ایک قسم کی ناپاک حرص پیدا کر کے طلب اور پیاس کو بڑھا دیتی ہیں''۔ (صرف دنیا کی لذّتیں تو ایک حرص پیدا کرتی

یوم الدین ہے۔ اب اِیَّاکَ نَعْبُدُ جو کہتا ہے تو گویا اس عبادت میں وہی ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت اور مالکیت صفات کا پرتو انسان کو اپنے اندر لینا چاہئے''۔ (یہ اللہ تعالیٰ کی جو صفات ہیں ان کو اپنے اندر بھی اختیار کرنا چاہئے) فرمایا کہ ''کمال عبدانسان کا یہی ہے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ یعنی اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہو جاوے'' (ان صفات کو اپنائے) ''اور جب تک اس مرتبہ تک نہ پہنچ جاوے تھکے نہ ہارے۔ اس کے بعد خود ایک کشش اور جذب پیدا ہو جاتا ہے جو عبادتِ الٰہی کی طرف اسے لے جاتا ہے''۔ (یہ حالتیں، یہ صفات

معلوم نہیں ہے کہ کس وقت آجاوے۔ اسی لئے ضروری ہے کہ اس سے بے فکر نہ ہوں۔ پس دین کی غم خواری ایک بڑی چیز ہے جو سکرات الموت میں سرخرو رکھتی ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ (الحج:22) ساعت سے مراد قیامت بھی ہو گی ہم کو اس سے انکار نہیں مگر اس میں سکرات الموت ہی مراد ہے کیونکہ انقطاع تام کا وقت ہوتا ہے۔ انسان اپنے محبوبات اور مرغوبات سے یکدفعہ الگ ہوتا ہے اور ایک عجیب قسم کا زلزلہ اس پر طاری ہوتا ہے۔ گویا اندر ہی اندر وہ ایک شکنجہ میں ہوتا ہے''(جب موت کی ایسی

حالت ہوتی ہے) ''اس لئے انسان کی تمام تر سعادت یہی ہے کہ وہ موت کا خیال رکھے''۔ (جب موت کا وقت قریب ہوتا ہے، نزع کی حالت میں ہوتا ہے یا ویسے ہی حالت طاری ہوتی ہے تو اصل چیز فرمایا یہی ہے۔ یہ بہت بڑی چیز ہے اس کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے اور فرمایا کہ سعادت یہی ہے کہ وہ موت کا خیال رکھے) ''اور دنیا اور اس کی چیزیں اس کی ایسی محبوبات نہ ہوں جو اس آخری ساعت میں علیحدگی کے وقت اس کی تکالیف کا موجب ہوں''۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 147-146 ایڈیشن 1985ء)

ناپاکی کا احساس ہو) پاک وجود کو گالیاں دی جاتی ہیں''۔ (یعنی آنحضرت ﷺ کے خلاف بولا جاتا ہے) پھر فرمایا ''پھر مغضوب کا نمونہ طاعون سے دکھایا جارہا ہے''۔ (یہ جو طاعون ہے یہ بھی آفت ہے۔ یہ ان لوگوں پر پڑتی ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو۔ آج کل اس زمانے میں بھی طوفان ہیں، زلزلے ہیں اور اَور مختلف قسم کی آفتیں ہیں۔ یہ سب اگر انسان سوچے تو اللہ تعالیٰ کے غضب نازل ہو رہے ہیں اور یہی چیزیں پھر انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف لے کر آتی ہیں، احساس دلاتی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے اور اس غضب کی حالت سے بچے)۔

ضرورت ہے۔ ایک یا دو دن کی دعاؤں کی نہیں۔ پھر پاک تبدیلی اور آخرت کی فکر تقویٰ سے پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ ہی انسان کو آخرت میں سرخرو کرتا ہے اس بارے میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ: ''تقویٰ والے پر خدا کی ایک تجلّی ہوتی ہے۔ وہ خدا کے سایہ میں ہوتا ہے مگر چاہئے کہ تقویٰ خالص ہو اور اس میں شیطان کا کچھ بھی حصہ نہ ہو ورنہ شرک خدا کو پسند نہیں اور اگر کچھ حصہ شیطان کا ہو تو خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ سب شیطان کا ہے۔ خدا کے پیاروں کو جو دکھ آتا ہے وہ مصلحتِ الٰہی سے آتا ہے۔ (خدا کے پیاروں کو بھی تکلیفیں یا پریشانیاں آتی ہیں لیکن وہ

اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ کے گروہ میں داخل ہونے کے لئے دعاؤں کی ضرورت ہے اور مستقل دعاؤں کی ضرورت ہے

اور جب یہ یاد ہو گا تو پھر انسان نیکیاں بجا لانے کی کوشش کرے گا۔ پھر بلاوجہ کے تماشوں میں نہ پیسہ ضائع کرے گا نہ وقت ضائع کرے گا۔ نہ بے جا خواہشات کی تکمیل کے لئے ان چیزوں کا ضیاع کرے گا۔ پھر پاک تبدیلی پیدا کرنے کے بارے میں آپ فرماتے ہیں: ''پس بے خوف ہو کر مت رہو۔ استغفار اور دعاؤں میں لگ جاؤ اور ایک پاک تبدیلی پیدا کرو۔ اب وہ غفلت کا وقت نہیں رہا۔ انسان کو نفس جھوٹی تسلی دیتا ہے کہ تیری عمر لمبی ہو گی۔ موت کو قریب سمجھو۔ خدا کا وجود برحق ہے۔ جو ظلم کی راہ سے خدا کے حقوق کسی دوسرے کو دیتا ہے وہ ذلت کی

فرمایا کہ ''اس کے بعد اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ کا گروہ ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے اور خدا کی قدیم سے سنت چلی آتی ہے کہ جب وہ کسی قوم کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ یہ کام نہ کرنا تو اس قوم میں سے ایک گروہ ضرور خدا کی خلاف ورزی کرتا ہے''۔ (جب قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا اب بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کام نہیں کرنا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لوگ کام کریں گے۔ پہلے اللہ تعالیٰ وارننگ دے رہا ہے کہ تم یہ کرو گے لیکن نہ کرنا کیونکہ اس کی سزا ملے گی) فرمایا: ''کوئی قوم ایسی دکھاؤ کہ جس کو کہا گیا کہ تم یہ کام نہ کرو اور اس نے نہ کیا

اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہوتی ہے) ورنہ ساری دنیا اکٹھی ہو جائے تو ان کو ایک ذرّہ بھر تکلیف نہیں دے سکتی''۔ فرمایا ''چونکہ وہ دنیا میں ایک نمونہ قائم کرنے کے واسطے ہیں۔ اس واسطے ضروری ہوتا ہے کہ خدا کی راہ میں تکالیف اٹھانے کا نمونہ بھی وہ لوگوں کو دکھائیں ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے کسی بات میں اس سے بڑھ کر تردّد نہیں ہوتا کہ اپنے ولی کی قبض روح کروں''۔ (اللہ تعالیٰ تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ اپنے ولی کو فوت کرے) ''خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس کے ولی کو کوئی تکلیف آوے مگر ضرورت اور مصالح کے واسطے وہ دکھ دیئے جاتے ہیں اور اس میں

خدا کے پیاروں کو جو دکھ آتا ہے وہ مصلحت الٰہی سے آتا ہے

موت دیکھے گا''۔ فرمایا: ''اب جیسا کہ سورۃ فاتحہ میں تین گروہ کا ذکر ہے ان تین کا ہی مزہ چکھا دے گا۔ اس میں جو آخر تھے وہ مقدم ہو گئے یعنی ضالّین۔ (یعنی کہ ضالّین جو سورۃ فاتحہ میں آخر میں آتا ہے لیکن یہاں مسلمانوں کی مثال دیتے ہوئے آپ فرما رہے ہیں کہ وہ پہلے ہو گئے اور اس بارے میں مثال یہ فرما رہے ہیں کہ) ''اسلام وہ تھا کہ ایک شخص مرتد ہو جاتا تھا تو قیامت برپا ہو جاتی تھی مگر اب (آپ کے زمانے میں) بیس لاکھ عیسائی ہو چکے ہیں (اسلام چھوڑ کے) اور خود ناپاک ہو کر (اسلام چھوڑنے کی وجہ سے خود ناپاک ہوئے ہیں اور بجائے اس کے کہ اپنی

ہو''۔ (یعنی اگر کسی قوم کو کہا ہے کہ کام نہ کرو تو وہ ضرور کرتے ہیں۔) ''خدا نے یہودیوں کو کہا کہ تحریف نہ کرو''۔ (بائبل میں تورات میں انہوں نے تحریف کی) ''قرآن کی نسبت یہ نہیں کہا (کہ تحریف نہ کرو) بلکہ یہ کہا اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر: 10) غرض دعاؤں میں لگے رہو کہ خدا تعالیٰ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ کے گروہ میں داخل کرے''۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 266-265 ایڈیشن 1985ء)

پس اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ کے گروہ میں داخل ہونے کے لئے دعاؤں کی ضرورت ہے اور مستقل دعاؤں کی

خود ان کے لئے نیکی ہے کیونکہ ان کے اخلاق ظاہر ہوتے ہیں''۔ (دکھ دیئے جاتے ہیں تو اس دکھ میں، تکلیف میں اُن سے بجائے جزع فزع کرنے کے، شور مچانے کے ان کے اعلیٰ اخلاق ظاہر ہوتے ہیں۔) فرمایا کہ ''انبیاء اور اولیاء اللہ کے لئے تکلیف اس قسم کی نہیں ہوتی... جس میں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے بلکہ انبیاء شجاعت کا ایک نمونہ قائم کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو اسلام کے ساتھ کوئی دشمنی نہ تھی مگر دیکھو جنگ اُحد میں حضرت رسول کریم ﷺ اکیلے رہ گئے۔ اس میں یہی بھید تھا کہ آنحضرت ﷺ کی شجاعت ظاہر ہو جبکہ حضرت

خدا کی عظمت دلوں میں بٹھاؤ

میں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں

رسول کریم ﷺ دس ہزار کے مقابلہ میں اکیلے کھڑے ہو گئے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ ایسا نمونہ دکھانے کا کسی نبی کو موقع نہیں ملا''۔ فرمایا کہ ''ہم اپنی جماعت کو کہتے ہیں کہ صرف اتنے پر وہ مغرور نہ ہو جائے کہ ہم نماز روزہ کرتے ہیں یا موٹے موٹے جرائم مثلاً زنا چوری وغیرہ نہیں کرتے''۔ فرمایا کہ ''ان خوبیوں میں تو اکثر غیر فرقہ کے لوگ مشرک وغیرہ تمہارے ساتھ شامل ہیں''۔ (مشرک بھی بہت سارے ایسے ہیں جو ایسی نیکیاں کرتے ہیں ان کے اخلاق بہت اچھے ہیں) فرمایا کہ ''تقویٰ کا مضمون باریک ہے اس کو حاصل کرو۔ خدا کی عظمت دل میں بٹھاؤ۔ جس کے اعمال میں کچھ بھی ریا کاری ہو خدا اس کے عمل کو واپس الٹا اس کے منہ پر مارتا ہے۔ متقی ہونا مشکل ہے مثلاً اگر کوئی تجھے کہے'' (مثال دے رہے ہیں آپ) ''کہ تُو نے قلم چرایا ہے تو تُو کیوں غصہ کرتا ہے''۔ (اگر کسی پہ کوئی جھوٹا الزام لگا دیتا ہے مثلاً چھوٹا سا الزام ہی ہے کہ میں نے یہاں قلم رکھا تم نے اس کو اٹھا لیا اس پہ دوسرے کو غصہ آ جاتا ہے۔ فرمایا کیوں، غصے کی کیا ضرورت ہے۔) فرمایا کہ ''تیرا پرہیز تو محض خدا کے لئے ہے''۔ (اس چیز پر غصے سے بچنا تو خدا کے لئے ہے۔) ''یہ طیش اس واسطے ہوا کہ رُوبحق نہ تھا''۔ (جو غصہ تمہیں آیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے تمہارا تعلق نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کے چہرے کو نہیں دیکھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے بعض لوگوں کو ذرا ذرا سی بات پر غصہ آ جاتا ہے۔ اگر اللہ سامنے یاد رہے تو کبھی غصہ نہ آئے۔) فرمایا ''جب تک واقعی طور پر انسان پر بہت سی موتیں نہ آ جائیں وہ متقی نہیں بنتا۔ معجزات اور الہامات بھی تقویٰ کی فرع ہیں۔ اصل تقویٰ ہے''۔ (اس چیز کو یاد رکھو۔) فرمایا کہ ''اس واسطے تم الہامات اور رؤیا کے پیچھے نہ پڑو''۔ (کسی کو الہام ہو گیا، کسی کو رؤیا ہوا، کوئی سچی خوابیں آ گئیں، کشف ہو گیا) ''بلکہ حصول تقویٰ کے پیچھے لگو''۔ (یہ نہ دیکھو کہ کس کو کیا سچی خوابیں آ رہی ہیں کہ نہیں آ رہیں۔ یہ دیکھو کہ تقویٰ ہے کہ نہیں۔) ''جو متقی ہے اُسی کے الہامات بھی صحیح ہیں اور اگر تقویٰ نہیں تو الہامات بھی قابل اعتبار نہیں''۔ (جتنے مرضی کوئی الہام سناتا رہے۔ اگر اس میں تقویٰ نہیں ہے، لوگوں کے حق مار رہا ہے، ذرا ذرا سی بات پر غصہ میں آ جاتا ہے تو وہ چاہے جتنی مرضی سچی خوابیں سنائے کوئی سچی خواب نہیں۔) فرمایا کہ ''ان میں شیطان کا حصہ ہو سکتا ہے۔ کسی کے تقویٰ کو اس کے ملہم ہونے سے نہ پہچانو بلکہ اس کے الہاموں کو اس کی حالت تقویٰ سے جانچو اور اندازہ کرو۔ سب طرف سے آنکھیں بند کر کے پہلے تقویٰ کے منازل کو طے کرو۔ انبیاء کے نمونہ کو قائم رکھو۔ جتنے نبی آئے ہیں سب کا مدعا یہی تھا کہ تقویٰ کی راہ سکھلائیں۔ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (الانفال: 35)'' (اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حقیقی ولی جو ہیں وہ متقیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں۔) ''مگر قرآن شریف نے تقویٰ کی باریک راہوں کو سکھلایا ہے۔ کمال نبی کا کمالِ اُمّت کو چاہتا ہے''۔ (نبی کا کمال اس کی اُمّت کے کمال کو چاہتا ہے۔) فرمایا کہ ''چونکہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین تھے۔ ﷺ ﷺ۔ اس لئے آنحضرت ﷺ پر کمالات نبوت ختم ہوئے۔ کمالات نبوت ختم ہونے کے ساتھ ہی ختم نبوت ہوا۔ جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہے اور معجزات دیکھنا چاہے اور خوارق عادت دیکھنا منظور ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی بھی خارق عادت بنا لے۔ (جو خاتم النبیین ہے تو اس خاتم النبیین کو ماننے والے کو خود بھی تقویٰ کے وہ معیار حاصل کرنے چاہئیں جو اعلیٰ ترین معیار ہوں اس لئے فرمایا کہ اپنی زندگی بھی خارق عادت بناؤ)۔ فرمایا کہ ''دیکھو امتحان دینے والے محنتیں کرتے ہیں۔ مدقوق کی طرح بیمار اور کمزور ہو جاتے ہیں''۔ (اس طرح پڑھ پڑھ کے بیچارے کمزور ہو جاتے ہیں جس طرح کوئی ٹی بی کا مریض ہو۔) ''پس تقویٰ کے امتحان میں پاس ہونے کے لئے ہر ایک تکلیف اٹھانے کے لئے تیار ہو جاؤ''۔ (تقویٰ بھی ایک امتحان ہے اس کے لئے بھی محنت کرنا پڑتی ہے۔) ''جب انسان اس راہ پر قدم اٹھاتا ہے تو شیطان اس پر بڑے بڑے حملے کرتا ہے لیکن ایک حد پر پہنچ کر آخر شیطان ٹھہر جاتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب انسان کی سفلی زندگی پر موت آ کر وہ خدا کے زیرِ سایہ ہو جاتا ہے۔ وہ مظہر الٰہی اور خلیفۃ اللہ ہوتا ہے۔ مختصر خلاصہ ہماری تعلیم کا یہی ہے کہ انسان اپنی تمام طاقتوں کو خدا کی طرف لگا دے''۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 302-301 ایڈیشن 1985ء)

پھر تقویٰ کے ہی حوالے سے ہمیں نصیحت کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ: ''اہل تقویٰ کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اپنی زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کریں۔ یہ تقویٰ کی ایک شاخ ہے جس کے ذریعہ سے ہمیں ناجائز غضب کا مقابلہ کرنا ہے''۔ (تقویٰ کے ذریعہ سے ہمیں بلاوجہ غصہ جو آ جاتا ہے یا بلاوجہ کسی کا غصہ ہمارے پر ہو اس کا مقابلہ کرنا ہے۔) ''بڑے بڑے عارف اور صدیقوں کے لیے آخری اور کڑی منزل غضب سے بچنا ہی ہے''۔ (کسی کے غصے سے خود مغلوب الغضب نہ ہو جاؤ اور وہی حرکت خود نہ شروع کر دو) فرمایا کہ ''عجب و پندار غضب سے پیدا ہوتا ہے''۔ (تکبّر اور غرور جو ہیں یہ بھی غصے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں) ''اور ایسا ہی کبھی خود غضب عجب و پندار کا نتیجہ ہوتا ہے''۔ (تکبّر و غرور ہو تو انسان کو غصہ آتا ہے۔ کسی نے کچھ کہہ دیا تو ذرا سی بات پہ غصہ چڑھ گیا صرف وجہ یہی ہے کہ اس میں تکبّر ہے) فرمایا ''کیونکہ غضب اس وقت ہو گا جب انسان اپنے نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے''۔ فرمایا کہ ''میں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظر استخفاف سے دیکھیں۔ (کسی کو کم سمجھیں) خدا جانتا ہے کہ بڑا

کون ہے یا چھوٹا کون ہے۔ یہ ایک قسم کی تحقیر ہے جس کے اندر حقارت ہے۔ ڈر ہے کہ یہ حقارت کا بیج بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہو جاوے۔'' (جو اپنے آپ کو کسی بھی لحاظ سے بڑا سمجھتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ دوسرے کی تحقیر کر رہا ہے اور دوسرے کو حقارت کی نظر سے دیکھ رہا ہے اور یہ حقارت سے دوسرے کو دیکھنا، فرمایا کہ ہلاکت کا باعث ہو جاتا ہے) ''بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں''۔ (بڑا آدمی ہو، امیر آدمی ہو تو بڑے ادب سے ملتے ہیں۔ بڑا عزت احترام کرتے ہیں) ''لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی

لئے نہیں دیئے گئے۔ ان کی تعدیل اور جائز استعمال کرنا ہی ان کی نشوونما ہے''۔ (ان کو انصاف سے اور جائز جگہ پر استعمال کرنا یہی ان کا صحیح استعمال ہے۔ اس سے وہ بہتر ہوتے ہیں۔ نشوونما پاتے ہیں۔ بڑھتے ہیں۔ صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ مزید نیکی اجاگر ہوتی ہے۔) فرمایا ''اسی لئے اسلام نے قویٰ رجولیت یا آنکھ کے نکالنے کی تعلیم نہیں دی بلکہ ان کا جائز استعمال اور تزکیہ نفس کرایا''۔ (جنسی قویٰ جو ہیں یا آنکھ جو ہے یہ کسی بد کام کے لئے نہیں دیئے گئے۔ آنکھ سے بدنظری کرنے کا نہیں کہا۔ یہ سارے قویٰ دیئے ہیں لیکن فرمایا کہ ان کا جائز استعمال کرو تو تزکیۂ نفس

تعلیم دے کر ایک ایسی کتاب ہم کو عطا کی جس میں تقویٰ کے وصایا بھی دیئے''۔ (یہ سارا بیان کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں) ''سو ہماری جماعت یہ غم کُل دنیوی غموں سے بڑھ کر اپنی جان پر لگائے کہ ان میں تقویٰ ہے یا نہیں''۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 35، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

پھر ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ:

''اگر تم چاہتے ہو کہ تمہیں فلاحِ دارین حاصل ہو اور لوگوں کے دلوں پر فتح پاؤ تو پاکیزگی اختیار کرو۔ عقل سے کام لو اور کلام الٰہی کی ہدایات پر چلو۔ خود اپنے تئیں سنوارو اور دوسروں کو اپنے اخلاق فاضلہ کا نمونہ دکھاؤ۔ تب البتہ

بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سنے، اس کی دلجوئی کرے، اس کی بات کی عزت کرے

بات کو مسکینی سے سنے''۔ (کسی مسکین اور غریب آدمی کی بات کو سنے اور بڑے آرام سے سنے، توجہ سے سنے) ''اس کی دلجوئی کرے۔ اس کی بات کی عزّت کرے۔ کوئی چڑ کی بات منہ پر نہ لاوے کہ جس سے دکھ پہنچے۔ خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ۔ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (الحجرات:12) تم ایک دوسرے کا چڑ کے نام نہ لو۔ یہ فعل فُسّاق و فُجّار کا ہے۔ جو شخص کسی کو چڑاتا ہے وہ نہ مرے گا جب تک وہ خود اسی طرح مبتلا نہ ہو گا۔ اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو۔ جب

ہو گا۔) ''جیسے فرمایا۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (المؤمنون:2) اور ایسے ہی یہاں بھی فرمایا متقی کی زندگی کا نقشہ کھینچ کر آخر میں بطور نتیجہ یہ کہا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ''۔ (یہ اس کی تشریح بیان کر رہے ہیں۔) ''یعنی وہ لوگ جو تقویٰ پر قدم مارتے ہیں۔ ایمان بالغیب لاتے ہیں۔ نماز ڈگمگاتی ہے پھر اسے کھڑا کرتے ہیں''۔ (لوگ کہتے ہیں نماز میں توجہ نہیں رہتی تو بہتوں کے ساتھ یہ حالت پیدا ہوتی ہے کہ ڈگمگاتی ہے تو اسے کھڑا کرتے ہیں۔) ''خدا کے دیئے ہوئے سے دیتے ہیں۔ باوجود خطرات نفس بلا سوچے سمجھے گزشتہ اور موجودہ کتاب اللہ پر

کامیاب ہو جاؤ گے''۔ ایک فارسی شعر کا مصرعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ:

سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل''

(کہ جو بھی بات دل سے نکلتی ہے وہ دل پر ضرور بیٹھتی اور اثر کرتی ہے۔ پس ایک مومن کی ہر بات دل سے نکلنی چاہئے اور دوسروں کے لئے بھی فلاح کا موجب ہونی چاہئے اور یہی پھر اپنی فلاح کا بھی باعث بنتی ہے۔) فرمایا ''پس پہلے دل پیدا کرو۔ اگر دلوں پر اثر اندازی چاہتے ہو تو عملی طاقت پیدا کرو''۔ (اگر دوسروں کے دلوں پر اثر کرنا ہے تو پہلے اپنے اندر عملی طاقت پیدا کرو۔ اپنے دل کو پہلے

ہماری جماعت یہ غم کل دنیوی غموں سے بڑھ کر اپنی جان پر لگائے کہ ان میں تقویٰ ہے یا نہیں

ایک ہی چشمہ سے کُل پانی پیتے ہو تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔ مکرم و معظم کوئی دنیاوی اصول سے نہیں ہو سکتا۔ خداتعالیٰ کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (الحجرات:14)''۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 36، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

پھر تقویٰ کے بارے میں جماعت کو مزید نصیحت کرتے ہوئے، اس کے مختلف پہلو بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے جس قدر قویٰ عطا فرمائے ہیں'' (جس قدر قوتیں انسان کو دی ہیں) ''وہ ضائع کرنے کے

ایمان لاتے ہیں اور آخر کار وہ یقین تک پہنچ جاتے ہیں''۔ (پہلے ایمان بالغیب ہوتا ہے آخر پھر وہی ایمان بالغیب جو ہے وہ یقین تک لے جاتا ہے اور) ''یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت کے سر پر ہیں۔ وہ ایک ایسی سڑک پر ہیں جو برابر آگے کو جا رہی ہے''۔ (یعنی مسلسل کوشش کرنے والے لوگ جو ہیں وہی پھر اس سڑک پر چلتے ہیں جو ہدایت کی طرف لے جانے والی ہے۔) ''اور جس سے آدمی فلاح تک پہنچتا ہے۔ پس یہی لوگ فلاح یاب ہیں جو منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے اور راہ کے خطرات سے نجات پا چکے ہیں۔ اسی لئے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ نے ہم کو تقویٰ کی

اس قابل بناؤ کہ ساری نیکیاں اس میں قائم ہو جائیں اور پھر ان پر عمل بھی کرو۔) فرمایا ''کیونکہ عمل کے بغیر قولی طاقت اور انسانی قوت کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ زبان سے قیل و قال کرنے والے تو لاکھوں ہیں۔ بہت سے مولوی اور علماء کہلا کر منبروں پر چڑھ کر اپنے تئیں نائب الرسول اور وارث الانبیاء قرار دے کر وعظ کرتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تکبر، غرور اور بدکاریوں سے بچو مگر جو اُن کے اپنے اعمال ہیں اور جو کرتوتیں وہ خود کرتے ہیں ان کا اندازہ اس سے کرلو کہ ان باتوں کا اثر تمہارے دل پر کہاں تک ہوتا ہے''۔ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 67، ایڈیشن 1985ء)

پھر اس طرف توجہ دلاتے ہوئے کہ کہنے سے پہلے خود عمل کرو۔ آپ فرماتے ہیں کہ: ''اگر اس قسم کے لوگ عملی طاقت بھی رکھتے اور اور کہنے سے پہلے خود کرتے تو قرآن شریف میں لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصّف:3) کہنے کی کیا ضرورت پڑتی؟ یہ آیت ہی بتلاتی ہے کہ دنیا میں کہہ کر خود نہ کرنے والے بھی موجود تھے اور ہیں اور رہوں گے''۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 67، ایڈیشن 1985ء)

پس اس پر اگر قرآن کریم کے حکموں پر عمل کرنا ہے تو اس طرف بھی غور کرنا ہو گا۔ پھر اس نصیحت کو خاص طور پر ہمیں چاہئے کہ ہم خود پہلے اپنا جائزہ لیں اور ہر ایک کو لینا چاہئے اور یہ بنیادی نصیحت خاص طور پر عہدیداروں کو بھی یاد رکھنی چاہئے جو دوسروں سے تو اپنے اندر تبدیلی کی توقع رکھتے ہیں، ان کو نصائح کرتے ہیں لیکن اگر اپنے معاملہ میں ایسی صورت حال پیدا ہو جائے تو بالکل اس کے الٹ کرتے ہیں یا اس میں حیل وحجّت کرتے ہیں اور خداتعالیٰ کے حکموں کو اور اس کے رسول کے حکموں کو پھر ثانوی حیثیت دے دیتے ہیں۔ کئی ایسے معاملے سامنے آ جاتے ہیں۔ پھر مزید قول و فعل میں تطابق کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ ''تم میری بات سن رکھو اور خوب یاد کر لو کہ اگر انسان کی گفتگو سچے دل سے نہ ہو اور عملی طاقت اس میں نہ ہو تو وہ اثرانداز نہیں ہوتی۔ اسی سے تو ہمارے نبی کریم ﷺ کی بڑی صداقت معلوم ہوتی ہے کیونکہ جو کامیابی اور تاثیر فی القلوب آپ (ﷺ) کے حصے میں آئی اس کی کوئی نظیر بنی آدم کی تاریخ میں نہیں ملتی اور یہ سب اس لئے ہوا کہ آپ (ﷺ) کے قول اور فعل میں پوری مطابقت تھی''۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 67-68، ایڈیشن 1985ء)

اور یہی ہمیں حکم ہے کہ آپ کے اُسوہ پر چلنے کی کوشش کریں۔ پھر صرف ایک اور بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے جو جماعت کے تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے اور ماں باپ کے لئے بھی ضروری ہے اور جو نوجوان اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان کے لئے بھی ضروری ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ: ''آج کل کے تعلیم یافتہ لوگوں پر ایک اور بڑی آفت جو آ کر پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کو دینی علوم سے مطلق مسّ نہیں ہوتا''۔ (کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس طرف صحیح طرح توجہ نہیں پھیرتے۔) ''پھر جب وہ کسی ہیئت دان یا فلسفہ دان کے اعتراض پڑھتے ہیں تو اسلام کی نسبت شکوک اور وساوس ان کو پیدا ہو جاتے ہیں''۔ (کسی فلاسفر کے یا کسی Scientist کے خدا کے بارے میں یا دین کے بارے میں اعتراض جب پڑھتے ہیں تو شکوک اور وساوس شروع ہو جاتے ہیں۔) ''تب وہ عیسائی یا دہریہ بن جاتے ہیں''۔ فرمایا کہ ''ایسی حالت میں ان کے والدین بھی ان پر بڑا ظلم کرتے ہیں کہ دینی علوم کی تحصیل کے لئے ذرا سا وقت بھی ان کو نہیں دیتے اور ابتدا ہی سے ایسے دھندوں اور بکھیڑوں میں ڈال دیتے ہیں جو انہیں پاک دین سے محروم کر دیتے ہیں''۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 70، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

پس والدین کو بچوں کی طرف توجہ دینی چاہئے اور نوجوانوں کو خود اپنا علم حاصل کرنے کے لئے دینی علم حاصل کرنے کی طرف توجہ دینی چاہئے اور جماعت احمدیہ میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے قرآن شریف، اس کی تفاسیر، اس کثرت سے لٹریچر موجود ہے کہ اس کو اگر پڑھا جائے تو تمام اعتراضات اور وساوس بڑے آرام سے دور ہو جاتے ہیں۔ پھر باہمی اخوّت اور اتفاق اور محبت کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ: ''جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر مَیں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خداتعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجود واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لیے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو، اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے''۔ (پھر مقصد پورے نہیں ہوں گے اگر آپس میں اختلافات ہوئے۔ اس لئے اختلافات کو ختم کرو۔ اتحاد پیدا کرو۔) ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لیے غائبانہ دُعا کرو''۔ (محبت کا تقاضا کیا ہے کہ تم چاہے جانتے ہو یا نہیں جانتے ایک تو اس کے لئے دعا کرو اور دوسرے کسی کو بتائے بغیر اس کے لئے دعا کرو) اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لیے بھی ایسا ہو''۔ (دوسرے کو نہیں پتا کہ کون کس کے لئے دعا کر رہا ہے لیکن جب اس طرح کوئی کرتا ہے تو فرشتہ اس کے لئے دعا کرتا ہے) فرمایا ''کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے۔ مَیں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو''۔

فرمایا: ''مَیں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اوّل خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبّت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ میں پیدا ہوئی تھی۔ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ (آل عمران:104) یاد رکھو تألیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے (بلکہ فرمایا کہ) وہ مصیبت اور بلا میں ہے''۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ: ''میرے وجود سے ان شاءاللہ ایک صالح جماعت پیدا ہو گی۔ باہمی عداوت کا سبب کیا ہے۔ بخل ہے۔ رعونت ہے۔ خود پسندی ہے اور جذبات ہیں''۔ (بڑی تکلیف سے آپ فرما رہے ہیں کہ جو بخل بھی رکھتے ہیں۔ رعونت ہے۔ خود پسندی ہے اور اپنے جذبات پر قابو نہیں پاتے۔ ان لوگوں کو فرمایا۔) ''ایسے تمام لوگوں

خوب یاد کر لو کہ اگر انسان کی گفتگو سچے دل سے نہ ہو اور عملی طاقت اس میں نہ ہو تو وہ اثرانداز نہیں ہوتی

نوجوانوں کو خود اپنا علم حاصل کرنے کے لیے دینی علم حاصل کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیے

کو جماعت سے الگ کر دوں گا جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے اور باہم محبت اور اخوّت سے نہیں رہ سکتے۔ جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ چند روزہ مہمان ہیں جب تک کہ عمدہ نمونہ نہ دکھائیں۔ میں کسی کے سبب سے اپنے اوپر اعتراض لینا نہیں چاہتا۔ ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے موافق نہ ہو وہ خشک ٹہنی ہے اس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے۔ خشک ٹہنی دوسری سبز شاخوں کے ساتھ رہ کر پانی تو چوستی ہے مگر اس کو سرسبز نہیں کر سکتا بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے۔ پس ڈرو۔ میرے ساتھ وہ نہ رہے گا جو اپنا علاج نہ کرے گا''۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 49-48، ایڈیشن 1985ء)

چاہے اس کا ظاہر میں کسی کو پتا ہو یا نہ پتا ہو لیکن جو شخص بھی کمزور ہے وہ ان باتوں سے فیض یاب نہیں ہو گا یا پھر ان دعاؤں سے حصہ نہیں پا سکے گا جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کے افراد کے لئے کی ہیں۔ پس اس بارے میں ہر ایک کو اپنے جائزے لیتے رہنا چاہئے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (آل عمران:56) یہ تسلی بخش وعدہ ناصرۃ میں پیدا ہونے والے ابن مریم سے ہوا تھا''۔ (یعنی ان لوگوں کو جنہوں نے تیری پیروی کی ہے ان لوگوں پر جنہوں نے انکار کیا ہے قیامت کے دن تک میں بالادست کرنے والا ہوں، فوقیت دوں گا۔)

فرمایا کہ یہ وعدہ تو بیشک ابن مریم سے ہوا تھا۔ ''مگر مَیں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ یسوع مسیح کے نام سے آنے والے ابن مریم کو بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں الفاظ میں مخاطب کر کے بشارت دی ہے''۔ (فرمایا کہ) ''اب آپ سوچ لیں کہ جو میرے ساتھ تعلق رکھ کر اس وعدۂ عظیم اور بشارت عظیم میں شامل ہونا چاہتے ہیں کیا وہ وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو اَمّارہ کے درجہ میں پڑے ہوئے فسق و فجور کی راہوں پر کاربند ہیں؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی سچی قدر کرتے ہیں اور میری باتوں کو قصہ کہانی نہیں جانتے تو یاد رکھو اور دل سے سن لو۔ مَیں پھر ایک بار لوگوں کو مخاطب کر کے کہتا ہوں جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور وہ تعلق کوئی عام تعلق نہیں بلکہ بہت زبردست تعلق ہے اور ایسا تعلق ہے کہ جس کا اثر نہ صرف میری ذات تک بلکہ اس ہستی تک پہنچتا ہے جس نے مجھے بھی اس برگزیدہ انسان کامل کی ذات تک پہنچایا ہے جو دنیا میں صداقت اور راستی کی روح لے کر آیا۔ مَیں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر ان باتوں کا اثر میری ہی ذات تک پہنچتا تو مجھے کچھ بھی اندیشہ اور فکر نہ تھا اور نہ ان کی پرواہ تھی مگر اس پر بس نہیں ہوتی اس کا اثر ہمارے نبی کریم ﷺ اور خود خدائے تعالیٰ کی برگزیدہ ذات تک پہنچ جاتا ہے۔ پس ایسی صورت اور حالت میں تم خوب دھیان دے کر سن رکھو کہ اگر اس بشارت سے حصہ لینا چاہتے ہو اور اس کے مصداق ہونے کی آرزو رکھتے ہو اور اتنی بڑی کامیابی (کہ قیامت تک مکفّرین پر غالب رہو گے) کی سچی پیاس تمہارے اندر ہے تو پھر اتنا ہی مَیں کہتا ہوں کہ یہ کامیابی اس وقت تک حاصل نہ ہو گی جب تک لوّامہ کے درجہ سے گزر کر مطمئنہ کے مینار تک نہ پہنچ جاؤ۔ اس سے زیادہ اور میں کچھ نہیں کہتا کہ تم لوگ ایک ایسے شخص کے ساتھ پیوند رکھتے ہو جو مامور من اللہ ہے۔ پس اس کی باتوں کو دل کے کانوں سے سنو اور اس پر عمل کرنے کے لئے ہمہ تن تیار ہو جاؤ تا کہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو اقرار کے بعد انکار کی نجاست میں گر کر ابدی عذاب خرید لیتے ہیں''۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 103 تا 105، ایڈیشن 1985ء)

پھر قبولیتِ دعا کی شرائط کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ ''یہ بات بھی بحضورِ دل سن لینی چاہئے کہ قبول دعا کے لئے بھی چند شرائط ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض تو دعا کرنے والے کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض دعا کرانے والے کے متعلق۔ دعا کرانے والے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کو مدّنظر رکھے اور اس کے غناءِ ذاتی سے ہر وقت ڈرتا رہے اور صلح کاری اور خدا پرستی اپنا شعار بنا لے۔ تقویٰ اور راست بازی سے خدا تعالیٰ کو خوش کرے تو ایسی صورت میں دعا کے لئے باب استجابت کھولا جاتا ہے اور اگر وہ خدا تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے اور اس سے بگاڑ اور جنگ قائم کرتا ہے تو اس کی شرارتیں اور غلط کاریاں دعا کی راہ میں ایک سدّ اور چٹان بن جاتی ہیں۔ (ایک روک بن جاتی ہیں) اور استجابت کا دروازہ اس کے لئے بند ہو جاتا ہے۔ پس ہمارے دوستوں کے لئے لازم ہے کہ وہ ہماری دعاؤں کو ضائع ہونے سے بچاویں اور ان کی راہ میں کوئی روک نہ ڈال دیں جو ان کی ناشائستہ حرکات سے پیدا ہو سکتی ہیں''۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 108، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

فرمایا ''چاہئے کہ وہ تقویٰ کی راہ اختیار کریں کیونکہ تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں۔ اور اگر شریعت کو مختصر طور پر بیان کرنا چاہیں تو مغز شریعت تقویٰ ہی ہو سکتا ہے۔ تقویٰ کے مدارج اور مراتب بہت سے ہیں لیکن اگر طالب صادق ہو کر ابتدائی مراتب اور مراحل کو استقلال اور خلوص سے طے کرے تو وہ اس راستی اور طلب صدق کی وجہ سے اعلیٰ مدارج کو پا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (المائدۃ:28) گویا اللہ تعالیٰ متقیوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ یہ گویا اس کا وعدہ ہے اور اس کے وعدوں میں تخلّف نہیں ہوتا۔ (وعدہ خلافی کوئی نہیں ہوتی۔) جیسا کہ فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (آل عمران:10)۔ پس جس حال میں تقویٰ کی شرط قبولیتِ دعا کے لئے ایک غیر منفک شرط ہے تو ایک انسان غافل اور بے راہ ہو کر اگر قبولیت دعا چاہے تو کیا وہ احمق اور نادان نہیں ہے۔ لہٰذا ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ہر ایک ان میں سے تقویٰ کی راہوں پر قدم مارے تا کہ قبولیت دعا کا سرور اور حظّ حاصل کرے اور زیادتی ایمانی کا حصہ لے''۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 109-108، ایڈیشن 1985ء)

فرمایا: ''یہ مت خیال کرو کہ صرف بیعت کر لینے سے ہی خدا راضی ہو جاتا ہے۔ یہ تو صرف پوست ہے۔ مغز تو اس کے اندر ہے۔ اکثر قانون قدرت یہی ہے کہ ایک چھلکا ہوتا ہے اور مغز اس کے اندر ہوتا ہے۔ چھلکا کوئی کام کی چیز نہیں ہے۔ مغز ہی لیا جاتا ہے۔ بعض ایسے ہوتے

باقی صفحہ 28 پر

قسط نمبر 2

تقریر جلسہ سالانہ جرمنی 2025ء

تزکیہ نفس

مکرم صادق احمد بٹ صاحب

مبلغ سلسلہ و صدر جماعت احمدیہ ترکی

نماز

تزکیہ نفس اور قربِ الٰہی کے حصول کے لیے اسلام نے جو عبادات سکھائی ہیں ان میں سب سے اوّل نماز ہے۔ ہر مسلمان اس کی اہمیت کو خوب جانتا ہے۔ تزکیۂ نفس اور نماز کے تعلق میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یہ ابدی اور لازوال حقیقت بیان کرتا ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ یعنی نماز بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ انسانی عبادتوں کا محتاج نہیں۔ بلکہ جس قدر احکام اس نے انسان کو دیئے ہیں ان میں اصل غرض اس کے دل کو پاک کرنا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ ناپاک سے تعلق نہیں رکھ سکتا۔ پس تمام عبادات میں یہ مدنظر رکھا گیا ہے کہ ان سے نفسِ انسانی بدیوں سے پاک ہو اور ان کے ذریعہ اسے ایسی طاقت مل جائے کہ وہ مختلف قسم کی ہوا و ہوس کو چھوڑنے کے قابل ہو جائے۔ اور ایک طرف اللہ تعالیٰ سے اس کے تعلقات درست ہو جائیں اور دوسری طرف مخلوقِ الٰہی سے بھی اس کے معاملات بالکل ٹھیک ہوں''۔ (تفسیر کبیر جلد 10، صفحہ 412)

بعض اوقات لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ فلاں شخص بظاہر بڑا نمازی بنتا ہے، لیکن لوگوں سے اس کے معاملات درست نہیں، دوسروں کے حق غصب کرتا ہے، فلاں فلاں اخلاقی کمزوریاں اس میں پائی جاتی ہیں وغیرہ۔ پس جو لوگ ظاہر میں پنج وقتہ نماز کا اہتمام تو کرتے ہیں لیکن اِس کے ساتھ ساتھ اپنی کمزوریوں اور بدیوں پر بھی قائم رہتے ہیں اور بنی نوع سے ان کے معاملات درست نہیں، ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ اگر ہماری نمازیں ہماری اخلاقی اور روحانی حالتوں میں تبدیلی کا موجب نہیں بن رہیں، ہمارے کردار میں پاکیزگی پیدا نہیں کر رہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ ان نمازوں میں ابھی کمی ہے۔ ابھی وہ اُس بلند مرتبہ تک نہیں پہنچیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اَلصَّلَاۃُ کہا ہے۔ یعنی وہ نماز جو خدا تعالیٰ کے حضور قبولیت کا شرف پاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام تو ابدی صداقتوں پر مبنی ہے۔ جس لمحہ ہمارے اعمال اُس کے مقابل پر آئیں گے تو ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ کا کلام بہر حال سچا ہے اور کمی ہے تو ہمارے اعمال میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت جرمنی کو اس ملک میں 70 سے زائد مساجد تعمیر کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ بھی بیسیوں مراکزِ نماز قائم ہیں۔ ان میں سے اکثر مساجد ایسی ہیں، جن کا سنگِ بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح نے بنفسِ نفیس اپنے دستِ مبارک سے رکھا ہے، یا ان کا افتتاح فرمایا ہے۔ حضورِ انور مساجد کے افتتاح کے مواقع پر اکثر یہ نصیحت کرتے ہیں کہ مساجد کی اصل زِینت تو نمازیوں سے ہے۔ ان کی تعمیر کا حق تو ان کا آباد کرنا ہی ہے۔

نماز اور بالخصوص باجماعت نماز کی اہمیت کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''ایسے لوگ تو احمدیوں میں بہت ہی کم ہوں گے جو بالکل نماز پڑھتے ہی نہ ہوں۔ مگر ایسے ہیں جو گنڈے دار نماز پڑھتے ہیں۔ ایک آدھ نماز پڑھ لیں گے باقی نہیں پڑھیں گے۔ یا شیعوں کی طرح جمع کر کے نمازیں پڑھ لیں گے۔ پھر ایسے ہیں جو گھر میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور کہتے ہیں نماز ہو گئی... نماز تو باجماعت ہی ہو گی۔ بے شک مجبوریوں کو مدنظر رکھ کر گھر میں نماز پڑھ لینے کو جائز کر دیا گیا ہے اور اس حالت میں الگ بھی نماز پڑھ لی جا سکتی ہے۔ مثلاً اگر دفتر میں کام کرتے ہوئے نماز کا وقت آ جائے تو بے شک وہاں پڑھ لو۔ مگر جہاں کوئی مجبوری نہیں اس حالت کے متعلق میرا یہی عقیدہ ہے کہ نماز نہیں ہوتی... سچی اور پکی بات یہ ہے کہ جو شخص مسجد میں جا سکتا ہے مگر نہیں جاتا اور گھر میں نماز پڑھ لیتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ وہ قیامت کے دن جا کر دیکھے گا کہ کوئی نماز اسے نہیں ملے گی اور کوئی ملے گی۔ وہ حیران ہو کر کہے گا کہ میری باقی نمازیں کہاں گئیں؟ مگر اسے کہا جائے گا کہ باقی نمازیں تم نے پڑھی کب تھیں؟ تو ایسے لوگ اس وقت حیران ہوں گے۔ مگر میں انہیں اب بتاتا ہوں کہ ان کی وہ نمازیں جو بغیر کسی عذر کے وہ جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے بلکہ گھروں میں پڑھتے ہیں نہیں ہوتیں اور اس وقت ان کا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا اور نہ قبول کیا جائے گا خدا کے حضور ان کی نمازیں نہیں لکھی جاتیں۔ صرف انہی کی لکھی جاتی ہیں جو باجماعت نماز پڑھتے ہیں سوائے اس کے کہ مجبور ہوں مسجد میں نہ جا سکتے ہوں''۔

نیز آپؓ نے ایک مثال سے اس کی اہمیت واضح کی۔ فرمایا: '' مگر ایسے لوگ ہیں جو بغیر کسی مجبوری کے سستی اور کاہلی سے مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کے لئے نہیں آتے۔ ان کی نہ نمازیں ہوتی ہیں اور نہ انہیں کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ بتاؤ اس شخص کی نسبت تم کیا کہو گے؟ جس کے مکان کی ایک دیوار گری ہوئی ہو اور وہ کہے کہ رات کو کوئی میرا اسباب

لے جاتا ہے کچھ پتہ نہیں لگتا کہ کیونکر لے جاتا ہے؟ اسی طرح اس شخص کی حالت ہے جو نماز تو باجماعت نہیں پڑھتا اور کہتا ہے کہ مجھے تقویٰ وطہارت حاصل نہیں ہوتی۔ مجھ پر حقائق اور معارف نہیں کھلتے''۔

(اصلاحِ نفس، انوار العلوم جلد 5، صفحہ 443 تا 444)

نماز باجماعت کی اصلاحِ نفس کے لئے غیر معمولی تاثیر کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے ایک اور موقع پر فرمایا: ''بچوں کے اخلاق اور عادات کی درستی اور اصلاح کے لئے میرے نزدیک سب سے زیادہ ضروری امر نماز باجماعت ہی ہے... میرے نزدیک نماز باجماعت کا پابند خواہ اپنی بدیوں میں ترقی کرتے کرتے ابلیس سے بھی آگے نکل جائے پھر بھی میرے نزدیک اس کی اصلاح کا موقعہ ہاتھ سے نہیں گیا... نیکی کے متعلق نماز کے موثر ہونے کا مجھے اتنا کامل یقین ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بھی کہہ سکتا ہوں کہ نماز باجماعت کا پابند خواہ کتنا ہی بداعمال کیوں نہ ہو گیا ہو اس کی ضرور اصلاح ہو سکتی ہے اور وہ ضائع نہیں ہوتا''۔ (تفسیر کبیر جلد 10، صفحہ 423)

تزکیۂ نفس اور قرآن کریم

اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اُس نے قرآن مجید جیسی عظیم الشان نعمت سے ہمیں نوازا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ قرآن کریم کے متعلق ایک جگہ فرماتے ہیں:

''تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی''۔ نیز فرمایا: ''مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکموں میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے، وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے''۔ (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26)

قرآن کریم بے شک ہدایت اور نور کا سرچشمہ ہے۔ لیکن اس کی تعلیم کا، اس کے اوامر و نواہی کا ہمیں علم تبھی ہو گا جب ہم اس پاک کلام کو پڑھیں گے۔ اگر قرآن کریم کو ہم نے غلافوں میں لپیٹ کر کسی بلند مقام پر رکھا ہوا ہے، اور اس کے تراجم اور تفاسیر محض الماریوں کی زینت بنے ہوئے ہیں، تب تو نہ ہمیں اس کے احکام کا علم ہو گا نہ ہی ہم اس پر عمل کر کے نجات کے دروازے کھولنے والے ہوں گے۔

محاسبۂ نفس

حقیقت یہ ہے کہ جس قدر محبت سے ہم قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے مطالب پر غور کریں گے اسی قدر ہمیں محاسبۂ نفس کے مواقع بھی نصیب ہوں گے۔ اور محاسبۂ نفس بھی تزکیۂ نفس کے لئے ایک مفید ذریعہ ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے محاسبۂ نفس کی ایک آسان ترکیب بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''انسان... اس طرح کرے کہ قرآنِ کریم کے اوامر اور نواہی پر نشان لگا لے۔ اور پھر عہد کرے کہ روزانہ ایک دو تین یا جتنے رکوع پڑھ سکے پڑھا کرے۔ اور پڑھتے وقت اس بات کی احتیاط رکھے کہ طوطے کی طرح نہ پڑھے۔ بلکہ اوامر اور نواہی پر غور کرے اور روزانہ پڑھتے وقت جس حکم کا ذکر آوے اس پر سوچے کہ کیا میں یہ کام کرتا ہوں۔ اور جس نہی کا ذکر آوے۔ اس پر غور کرے کہ کیا میں اس سے باز رہتا ہوں۔ اس طرح بآسانی محاسبہ ہو جائے گا''۔ (عرفانِ الٰہی، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 380)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے بھی ایک جگہ قرآن کریم کی تلاوت کے کچھ اصول بیان کئے۔ ایک اصول اس طرح بیان فرمایا: ''ہر روز بقدرِ طاقت بلاناغہ کچھ حصہ قرآن کا پڑھا کرے اور لفظوں کے معنوں میں غور کرے۔ پھر جہاں آدم اور شیطان کا حال مذکور ہو، اپنے نفس میں غور کرے کہ آیا میں آدم ہوں یا کہ ابلیس موسیٰ ہوں کہ فرعون۔ مجھ میں یہودیوں کے خصائل ہیں یا کہ مسلمانوں کے اور اسی طرح سے عذاب کی آیات سے ڈرے اور پناہ مانگے اور رحمت کی آیات سے خوش ہو اور اپنے کو رحمت کا مورد بننے کے واسطے دعائیں کرے''۔ (حقائق الفرقان جلد 1، صفحہ 4)

خدمتِ دین اور تزکیۂ نفس

خدمتِ دین کے طفیل بھی اللہ تعالیٰ عملی اور روحانی ترقی کے بے شمار سامان مہیا فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَأُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ (اٰل عمران 196)

یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی، انہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا، خدا تعالیٰ کی راہ میں انہوں نے قسم ہا قسم کے مظالم برداشت کیے، یہاں تک کہ انہوں نے اللہ کی راہ میں قتال کیا اور وہ شہید کئے گئے۔ الغرض وہ سب لوگ جنہوں نے محض للہ اور اعلائے کلمہ اسلام کے لئے قربانیاں کیں، تو اللہ تعالیٰ ایسے خوش بختوں کو یہ نوید سناتا ہے کہ لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ مَیں ضرور ان سے ان کی بدیاں دور کر دوں گا اور آخرت میں تو خدا تعالیٰ کے فضل و عنایات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ مَیں ضرور انہیں ایسی جنّتوں میں داخل کروں گا جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔

پس خدمتِ دین میں مصروف رہنا بھی تزکیۂ نفس کے لیے ایک نہایت کارگر اور آزمودہ نسخہ ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ایک موقع پر جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہم اس کے دین کے حقیقی خدمت گزار ہوں تو بشریت کی وجہ سے جو غلطیاں ہم سے سرزد ہوں گی اللہ تعالیٰ انہیں یقیناً معاف کر دیگا کیونکہ وہ اپنے بندوں کو دنیا کی نگاہ میں کبھی ذلیل نہیں کر سکتا... اگر وہ (یعنی انسان) اپنی طرف سے ان خطاؤں اور کمزوریوں پر غالب آنے کے لئے پوری جدوجہد اور سعی کرتا ہے تو وہ اُس بچے کی طرح ہے جو زمین پر گرتا اور پھر اُٹھنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس طرح ایسے بچہ کو باپ نہایت پیار کے ساتھ اپنے گلے لگا لیتا ہے۔ اسی طرح خدا بھی اپنے اس بندے کو اپنے قرب میں جگہ دیتا اور خود اسے اٹھا کر اپنے پاس بٹھا لیتا ہے''۔ (سیر روحانی صفحہ 96،97)

پس اس دور میں، اور خاص طور پر ان مغربی ممالک میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزادانہ طور پر تبلیغ اسلام کے بہت سے مواقع فراہم کیے ہیں۔ پس ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ نظامِ خلافت اور نظامِ جماعت سے منسلک رہتے ہوئے جماعتی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیں۔ اللہ کے دین کی تبلیغ میں اپنا حصہ ڈالیں۔ اس کے طفیل یقیناً اللہ تعالیٰ ہماری

کوتاہیوں اور خطاؤں سے بھی صرفِ نظر کرے گا اور اپنے فضلوں سے نوازتا چلا جائے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ’’مَیں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں۔ آئندہ ہر ایک کو اختیار ہے کہ وہ اسے سنے یا نہ سنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیات طیبہ اور ابدی زندگی کا طلب گار ہے تو وہ اللہ کے لیے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اُس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں‘‘۔ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 502)

متّقی کا اللہ تعالیٰ خود حافظ و ناصر بن جاتا ہے، وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ (سورۃ الطلاق 4) خدا تعالیٰ اسے کبھی ضائع نہیں کرتا۔ نیز ایسے شخص کی اولاد کی بھی وہ خود حفاظت کرتا ہے اور ان کا متولی ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت داؤدؑ کا یہ قول کئی جگہ بیان فرمایا ہے: ’’مَیں بچہ تھا جوان ہوا۔ جوانی سے اب بڑھاپا آیا مگر مَیں نے کبھی کسی متّقی اور خدا ترس کو بھیک مانگتے نہ دیکھا اور نہ اس کی اولاد کو دربدر دھکے کھاتے اور ٹکڑے مانگتے دیکھا‘‘۔ اس قول کو نقل کر کے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ’’یہ بالکل سچ اور راست ہے کہ خدا اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا ... میرا تو اعتقاد ہے کہ اگر ایک آدمی باخدا اور سچا متّقی ہو تو اس کی سات پشت تک بھی خدا رحمت اور برکت کا ہاتھ رکھتا اور ان کی خود حفاظت فرماتا ہے‘‘۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 432 تا 433)

بالخصوص ان مغربی معاشروں میں جہاں گناہوں اور فحاشی کی بھرمار ہے، اور دہریت اور خدا سے دوری اپنے عروج پر ہے ایسے معاشروں میں اپنی نیز اپنی نسلوں کی روحانی و اخلاقی بقا کے لیے یہ نہایت ہی بابرکت طریق ہے کہ انسان اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ حتی المقدور خدمت دین میں مصروف رہے۔ اور نظام خلافت سے ہمیشہ اخلاص اور وفا کا تعلق قائم رکھے نیز یہ کہ نظام جماعت سے بھی ہمیشہ منسلک رہے کیونکہ دراصل یہ بھی خلیفہ وقت کا ہی قائم کردہ ہے اور خلیفہ وقت کی براہِ راست نگرانی میں کام کرتا ہے۔

معروف اطاعت

جب ہم اپنے کسی بھائی کی دین کی خاطر قربانیوں یا شہادت کی خبر سنتے ہیں تو ہر احمدی کے اندر ایک نئی امنگ پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے ایسے ہیں جو اس بات کا بھی اظہار کرتے ہیں کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔ یہ جذبہ اپنی ذات میں ہے تو بڑا قابل قدر لیکن اگر یہ جذبہ سچا ہے تو ہمارے اعمال و کردار پر بھی اس کا انعکاس ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نصیحت کی خاطر بعض کمزور ایمان والوں کی مثال دی۔ فرمایا کہ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو بڑھ چڑھ کر قسمیں کھاتے ہیں کہ یا رسول اللہ بس آپ کے حکم دینے کی دیر ہے۔ ہم فوری طور پر جہاد کے لئے نکل جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو ان کے باطن سے خوب واقف تھا۔ فرماتا ہے: قُلۡ لَّا تُقۡسِمُوۡا ۚ طَاعَۃٌ مَّعۡرُوۡفَۃٌ (النور 54) دیکھو اس طرح منہ سے قسمیں کھانے کی حاجت نہیں کہ ہم یہ کر دیں گے، وہ کر دیں گے۔ زبانی دعاوی سے کچھ بننے والا نہیں۔ تم روزمرہ کے امور میں عملاً رسول کی اطاعت میں لگ جاؤ۔

قارئین ہم خلیفہ وقت کی معروف اطاعت کا عہد کرتے ہیں۔ بیعت کے وقت بھی ہم اس کا اقرار کرتے ہیں اور کئی جماعتی تقریبات میں اس کا تکرار بھی کرتے ہیں۔ انبیاء اور خلفاء تو غیر معروف بات کا حکم دے ہی نہیں سکتے۔ وہ تو جو بھی کہیں گے معروف ہی کہیں گے۔ پس معروف اطاعت سے یہی مراد ہے کہ خلیفہ وقت کی طرف سے جو بھی نیکی کی تحریک ہو اس پر صدق دل سے لبیک کہا جائے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ جرمنی 2024ء کے موقع پر خطبہ جمعہ میں جماعت کو چند مخصوص دعاؤں کے باقاعدہ وِرد کی تحریک فرمائی تھی۔

سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ رَبِّیۡ مِنۡ کُلِّ ذَنۡبٍ وَّ اَتُوۡبُ اِلَیۡہِ۔ رَبِّ کُلُّ شَیۡءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحۡفَظۡنِیۡ وَانۡصُرۡنِیۡ وَارۡحَمۡنِیۡ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ایک رؤیا کے حوالہ سے بتایا تھا کہ اگر ہم ان دعاؤں کا وِرد کرتے رہیں اور انہیں اپنی زندگیوں کا مستقل حصہ بنالیں تو ہم ایک مضبوط قلعہ میں محفوظ ہو جائیں گے اور شیطان کے حملوں سے بچ جائیں گے۔ اس کے بعد بھی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے متعدد مواقع پر خود اس کی یاد دہانی فرمائی۔ اب ہم میں سے ہر ایک خود اپنا جائزہ لے سکتا ہے کہ وہ اس ہدایت پر کس حد تک عمل کر رہا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے خلیفہ وقت کی اطاعت کے بارہ میں فرمایا تھا: ’’یاد رکھو ایمان کسی خاص چیز کا نام نہیں بلکہ ایمان نام ہے اس بات کا کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نمائندہ کی زبان سے جو بھی آواز بلند ہو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے‘‘۔ (خلافت علیٰ منہاج النبوۃ جلد 3 صفحہ 337)

معروف اطاعت سے متعلق اختصار کے ساتھ ایک اور امر کا ذکر کرنا بھی موزوں ہوگا جس کا تعلق بھی براہِ راست تزکیۂ نفس سے ہے۔ خصوصاً نوجوانوں کے لیے نہایت قابلِ توجہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی یہ بڑی واضح ہدایت ہے کہ غیروں میں شادی نہ کی جائے۔ خلفاء کرام بھی اس طرف بارہا توجہ دلاتے رہے ہیں۔ بعض اوقات نوجوان اپنے حق میں بڑی بڑی دلیلیں پیش کرنے لگ جاتے ہیں کہ ’’شریعت نے تو بعض معاملات میں رخصت دی ہے، اس کے باوجود ہمیں کیوں روکا جا رہا ہے؟‘‘ ایک طرف تو معروف اطاعت کا دم بھرنا اور دوسری طرف ایسی حیلہ جوئی کرنا ہرگز ایک حقیقی احمدی کے شایانِ شان نہیں۔ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک بیوی بچے ساتھ نہ دیں نیکیوں پر ثابت قدم رہنا اور روحانی ترقیات کی منازل طے کرنا آسان امر نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ جماعت کو ایک جگہ نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہئے کیونکہ اکثر فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں۔ اور اکثر بیوی کی وجہ سے‘‘۔ (ملفوظات جلد 10 صفحہ 122)

باقی صفحہ 37 پر

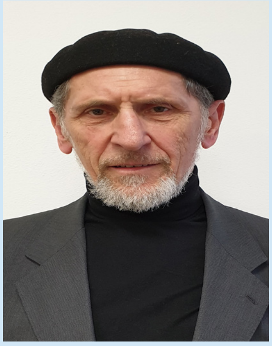

سالِ نو کے موقع پر

محترم نیشنل امیر صاحب جماعت احمدیہ جرمنی کا پیغام

معزّز ممبران جماعت!　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ہم نئے سال کا آغاز کر رہے ہیں۔ یہ وہ موقع ہے جو ہمیں دعا، غور و فکر، شکر گزاری اور اپنے نفس کے محاسبہ کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا:

دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کی قدر نہیں کرتے، صحت اور فراغت۔ (الصحیح البخاری، کتاب الرقاق حدیث نمبر 6414)

نبی کریم ﷺ کے یہ الفاظ ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ ہمارا وقت اور ہماری صحت کتنی قیمتی نعمتیں ہیں، مگر ہم بعض اوقات انہیں بہت آسانی سے معمولی سمجھ لیتے ہیں۔ اسی لیے ضروری ہے کہ ہم ایک لمحے کے لیے رک کر یہ سوچیں کہ گزرے ہوئے سال میں ہم نے اپنا وقت کس طرح گزارا اور اپنی صحت کو اپنے ایمان کے مطابق کس حد تک استعمال کیا۔ گزرا ہوا سال ہم سب کے لیے مختلف تجربات لے کر آیا۔ بعض نے اپنے پیاروں کو کھویا، جبکہ بعض کے گھروں میں بچوں کی ولادت ہوئی۔ کچھ نے اپنے اہداف حاصل کیے اور کچھ نے زندگی میں نئے راستے اختیار کیے۔ یہ تمام تجربات ہمیں اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ ہمارا وقت محدود ہے، اور اسی لیے بے حد قیمتی ہے۔ پس یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنی زندگی کو ایمان کی روشنی میں بامقصد انداز میں گزاریں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حالیہ ہفتوں میں بار بار ہمیں تبلیغ کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے تبلیغ کے بارے میں فرمایا کہ اس میں صرف زبان دانی ہی کافی نہیں، بلکہ اصل اہمیت روحانی علم، اس پر غور و فکر اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک زندہ اور ذاتی تعلق کی ہے۔ اس تعلق کو ہم خاص طور پر دعا کے ذریعے مضبوط کر سکتے ہیں، خصوصاً مسجد یا نماز سینٹر میں باجماعت نماز کے ذریعے۔ آج کے دور میں، جب سوشل میڈیا اور مصنوعی ذہانت ہمیں ہر وقت مصروف رکھتی ہیں اور بہت سے کام ہمارے لیے آسان بنا دیتی ہیں، لوگ آزادی اور سہولت کی بات کرتے ہیں۔ لیکن اکثر یہی ظاہری آزادی دل کی بے چینی، ذہنی انتشار اور اللہ تعالیٰ سے دوری کا سبب بن جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کیفیت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

اس جہاں میں خواہشِ آزادگی بے سود ہے　　　　اک تری قیدِ محبت ہے جو کر دے رستگار

پس حقیقی آزادی ہر چیز سے بے قید ہو جانے میں نہیں، بلکہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرنے میں ہے۔ لہٰذا آئیں ہم نئے سال میں اس بات پر غور کریں کہ ہم اپنے وقت کو بہتر انداز میں کیسے استعمال کر سکتے ہیں؟ ہم اپنی نمازوں کی حفاظت کیسے کر سکتے ہیں؟ اور مسجد میں باجماعت نماز کی باقاعدگی کیسے اختیار کر سکتے ہیں؟ اور ہم ان دعاؤں کو اپنی زندگی کا حصہ کیسے بنا سکتے ہیں جن کی طرف حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمیں بار بار توجہ دلاتے ہیں؟ یہ تمام سوالات ہمیں ایک واضح مقصد کی طرف لے جاتے ہیں: یعنی پانچ وقت کی باجماعت نماز کو اپنی روزمرہ زندگی کا مضبوط ستون بنانا اور اپنی روزمرہ مصروفیات کو نمازوں کے اوقات کے مطابق ترتیب دینا۔ آئیں ہم اپنے عمل کے ذریعے اپنے گھروں میں، ہمسایوں کے درمیان، اسکولوں میں، پیشہ ورانہ زندگی میں، دوستوں کے حلقے میں اور عوامی مقامات پر ایک اچھا نمونہ قائم کریں۔ اس نیک عمل کے ذریعے ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ اسلام احمدیت ہی حقیقی دین ہے۔ اسی جذبے کے تحت ہم آج، نئے سال کے آغاز پر، اپنی دیرینہ وقارِ عمل کی روایت کے مطابق مل کر سڑکوں پر موجود آتش بازی کے کچرے کی صفائی کریں گے۔

محترم بہنوں اور بھائیو! اس سال بھی ہمیں اپنے عملی نمونے کے ذریعے یہ دکھانے کا موقع مل رہا ہے کہ ہمارا دین ایک زندہ دین ہے۔ آیئے ہم ورزش اور متوازن غذا کے ذریعے اپنی صحت کا خاص خیال رکھیں، اپنے وقت کو بامقصد انداز میں استعمال کریں، اپنی نمازوں کی حفاظت کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو مزید مضبوط بنائیں۔ اور بطور جماعت متحد رہتے ہوئے اپنے عمل سے اسلام احمدیت کی خوبصورت تصویر دنیا کے سامنے پیش کریں۔

اس کے لیے ہم 2026ء کے لیے محبت سب کے لیے، نفرت کسی سے نہیں کا Motto مقرر کرتے ہیں۔ اور سب سے پہلے اپنی فیملیز اور رشتہ داروں میں اس Motto کو لائحہ عمل بناتے ہیں۔ اس کے بعد ہی ہم اس پیغام کو دنیا میں بھی پھیلا سکتے ہیں، انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے وقت کو بہتر طور پر استعمال کریں، اپنی نمازوں کو قائم رکھیں اور ہماری تبلیغی کاوشوں میں برکت ڈالے۔ ہمارا عمل دوسروں کے لیے مشعلِ راہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو لمبی، صحت والی اور فعّال عمر عطا فرمائے، آمین۔ مَیں پوری جماعت کو نئے سال کی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ ہمارے ملک میں اسلام احمدیت کی اشاعت مزید بڑھتی رہے، آمین۔

والسلام۔ خاکسار

عبداللہ واگس ہاوزر۔ امیر جماعت احمدیہ جرمنی

مکرم حنیف محمود صاحب مربی سلسلہ

آغاز بھی بخیر ہو، انجام بھی بخیر

دنیا میں بسنے والی مختلف قومیتوں، تہذیبوں، مذاہب اور ملکوں میں مختلف ناموں سے کیلنڈرز جاری ہیں۔ وکی پیڈیا کے مطابق اِن کی تعداد 86 ہے۔ اِن میں سے اہم ترین رائج الوقت کیلنڈر گریگورین یعنی عیسوی کیلنڈر ہے جس کا انحصار سورج پر ہے۔اس کا آغاز یکم جنوری اور اختتام 31 دسمبر کو ہوتا ہے۔ ساری دنیا میں اِس کا آغاز بہت دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ ماہرین آثار قدیمہ کے نزدیک سب سے پُرانا کیلنڈر سکاٹ لینڈ کے آبرڈین شائر (Aberdeenshire) سے آج سے دس ہزار سال قبل ملا تھا جو قمری کیلنڈر تھا اور پتھر کے زمانے کے انسان نے اُسے بنایا تھا۔ اِس کے علاوہ ان کیلنڈرز میں سے اہم ترین مشہور و معروف کیلنڈرز یہ ہیں:

مصری کیلنڈر، جولین کیلنڈر، Hebrew یعنی عبرانی کیلنڈر، ایرانین مسلم کیلنڈر (اس کو پرشین یا سولر ہجری کیلنڈر بھی کہا جاتا ہے)، ہجری قمری کیلنڈر، بدھسٹ کیلنڈر، جاپانی کیلنڈر، چائنیز کیلنڈر، ایتھوپین کیلنڈر، انڈونیشیا کے بعض جزائر جیسے بالی میں Pawukon Calendar رائج ہیں اور ہجری شمسی کیلنڈر جس کا حضرت مصلح موعودؓ نے آغاز فرمایا۔ان تمام کیلنڈرز کا آغاز سال کے مختلف وقتوں میں ہوتا ہے اور اس کے مہینوں اور دنوں کی تعداد بھی مختلف ہے اور ان کیلنڈرز کا زیادہ تر انحصار چاند کی شکلوں پر ہے۔جن میں ایک اسلامی کیلنڈر ہے جو ہجری قمری کیلنڈر کہلاتا ہے۔جس کے پہلے مہینے کا نام محرّم ہے اور آخری مہینہ ذوالحج ہے۔ یہ قمری کیلنڈر اگرچہ زمانہ جاہلیت سے چلا آرہا تھا لیکن اسے ہجرت نبویؐ کے ساتھ منسلک کر کے اسلامی کیلنڈر کے طور پر حضرت عمرؓ نے جاری فرمایا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک خط پیش ہوا جس پر صرف شعبان درج تھا مگر سال کا ذکر نہ تھا۔ آپؓ نے دریافت فرمایا کہ کون سا شعبان ؟ سالِ گزشتہ کا یا سالِ رواں کا؟ اور فرمایا سَن کی تعیین کرو تا کہ لوگوں کو معلوم ہو۔

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 268)

ایک اَور روایت کے مطابق یمن کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو لکھا کہ آپ کی طرف سے ایسی دستاویزات، خطوط یا حکم نامے ملتے ہیں جن پر تاریخ درج نہیں ہوتی۔ آپؓ نے صحابہ کو اکٹھا کر کے مشورہ طلب فرمایا مختلف تجاویز سامنے آئیں۔حضرت عثمان غنیؓ کی محرم الحرام سے سال کے آغاز کی تجویز پر حضرت عمرؓ اور دیگر اکابر صحابہؓ نے اتفاق کر لیا اور یوں یہ سال کا پہلا مہینہ قرار پایا۔

مجھے آج اِن کیلنڈرز میں سے گریگورین یعنی عیسوی کیلنڈر کے مطابق نئے سال کی آمد پر بعض ذمہ داریوں کے متعلق بات کرنی ہے۔ اِس موقع پر سب سے اہم اور بڑا سبق ''محاسبہ'' کا ہے۔ جو لمحہ بھی گزرے اُس پر اپنے خالقِ حقیقی کا شکر بجالایا جائے اور نئے عزم، نئے ولولہ اور نئے عہدو پیمان کے ساتھ آگے بڑھا جائے۔ہم احمدی مسلمان نئے سال میں اپنا قدم دعاؤں، سجود، عبادات، نوافل، صدقات اور نئے عہدوپیمان سے رکھتے ہیں اور ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سال کے پہلے جمعہ کے روز خطبہ میں احباب جماعت کو سالِ نو کی مبارکباد دے کر بعض اہم امور کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ آپ نے 2 جنوری 2015ء کے خطبہ جمعہ میں نئے سال کی مبارکباد دینے کے بعد فرمایا:

''مَیں یہ بھی کہوں گا کہ ایک دوسرے کو مبارکباد دینے کا فائدہ ہمیں تبھی ہوگا جب ہم اپنے جائزے لیں کہ گزشتہ سال میں ہم نے اپنے احمدی ہونے کے حق کو کس حد تک ادا کیا ہے اور آئندہ کے لئے ہم اس حق کو ادا کرنے کے لئے کتنی کوشش کریں گے۔ پس ہمیں اس جمعہ سے آئندہ کے لئے ایسے ارادے قائم کرنے چاہئیں جو نئے سال میں ہمارے لئے اس حق کی ادائیگی کے لئے چستی اور محنت کا سامان پیدا کرتے رہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے ہمارے ذمہ جو کام لگایا گیا ہے اس کا حق نیکیوں کے بجالانے سے ہی ادا ہوگا لیکن ان نیکیوں کے معیار کیا ہونے چاہئیں۔ تو واضح ہو کہ ہر اس شخص کے لئے جو احمدیت میں داخل ہوتا ہے اور احمدی ہے یہ معیار حضرت مسیح موعودؑ نے خود مہیا فرما دیے ہیں، بیان فرما دیے ہیں اور اب تو نئے وسائل اور نئی ٹیکنالوجی کے ذریعہ سے ہر شخص کم از کم سال میں ایک دفعہ خلیفۂ وقت کے ہاتھ پر یہ عہد کرتا ہے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے بیان فرمودہ معیاروں کو حاصل کرنے کے لئے بھرپور کوشش کرے گا اور ہمارے لیے یہ معیار حضرت مسیح موعودؑ نے شرائطِ بیعت میں کھول کر بیان فرما دیے ہیں۔ کہنے کو تو یہ دس شرائطِ بیعت ہیں لیکن ان میں ایک احمدی ہونے کے ناطے جو ذمہ داریاں ہیں ان کی تعداد موٹے طور پر بھی لیں تو تیس سے زیادہ بنتی ہیں۔ پس اگر ہم نے اپنے سال کی خوشیوں کو حقیقی رنگ میں منانا ہے تو ان باتوں کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ جو شخص احمدی کہلا کر اس بات پر خوش ہو جاتا ہے کہ مَیں نے وفاتِ مسیح کے مسئلے کو مان لیا یا آنے والا مسیح جس کی پیشگوئی کی گئی تھی اس کو مان لیا اور اس پر ایمان لے آیا تو یہ کافی نہیں ہے۔ بیشک یہ پہلا قدم ہے لیکن حضرت مسیح موعودؑ ہم سے توقع رکھتے ہیں کہ ہم نیکیوں کی گہرائی میں جاکر انہیں سمجھ کر ان پر عمل کریں اور بُرائیوں سے اپنے آپ کو اس طرح بچائیں جیسے ایک خونخوار درندے کو دیکھ کر انسان اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتا ہے اور جب یہ ہو گا تو تب ہم نہ صرف اپنی حالتوں میں انقلاب لانے والے ہوں گے بلکہ دنیا کو بدلنے اور خدا تعالیٰ کے قریب لانے کا ذریعہ بن سکیں گے۔''

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک سال کے آغاز پر افرادِ جماعت کو یوں نصیحت فرمائی:

''ہم مسلمان تو قمری سال سے بھی سال شروع کرتے ہیں اور شمسی سال سے بھی۔ یہ قمری سال صرف مسلمانوں میں ہی نہیں ہے بلکہ بہت سی قوموں میں پرانے زمانے میں قمری سال سے ہی سال شروع کیا جاتا تھا۔ چینیوں میں بھی یہ رواج ہے، ہندوؤں میں بھی ہے اَور قوموں میں بھی ہے۔ بہت سے مذہبوں میں پایا جاتا ہے اور اسلام سے پہلے عرب میں بھی دنوں کے حساب کے لئے قمری کیلنڈر ہی رائج تھا۔ بہرحال دنیا میں عام طور پر یہ گریگورین کیلنڈر رائج ہے اور سب اس کو سمجھتے ہیں۔ اس لئے ہر قوم اور ہر ملک نے اس کیلنڈر کو اپنے دن اور مہینوں کے حساب کے لیے اپنا لیا ہے تو اسی وجہ سے دنیا میں ہر سال ہر جگہ اس کے حساب سے یکم جنوری سے سال شروع ہوتا ہے اور 31 دسمبر کو ختم ہوتا ہے۔ بہرحال سال آتے ہیں، بارہ مہینے گزرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں چاہے قمری مہینے کے سال ہوں یا یہ جو رائج کیلنڈر ہے گریگورین کیلنڈر اس کے سال ہوں۔ لیکن دنیا والے چاہے وہ مسلمانوں میں سے ہیں یا غیر مسلموں میں سے دنوں اور مہینوں اور سالوں کو دنیاوی غُل غپاڑے اور ہاؤ ہُو اور دنیاوی تسکین کے کاموں میں گزار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ نئے سال کے آغاز پر جو یکم جنوری سے شروع ہوتا ہے دنیا والے کیا کچھ نہیں کرتے۔ مغربی ممالک میں یا ترقی یافتہ ممالک میں خاص طور پر اور باقی دنیا میں بھی 31؍دسمبر اور یکم جنوری کی درمیانی رات کو کیا کچھ شور و غل نہیں ہوتا۔ آدھی رات تک خاص طور پر جاگا جاتا ہے بلکہ ساری ساری رات صرف شور شرابے کے لئے، شراب کباب کے لئے، ناچ گانے کے لئے جاگتے ہیں۔ گویا گزشتہ سال کا اختتام بھی لغویات اور بیہودگیوں کے ساتھ ہوتا ہے اور نئے سال کا آغاز بھی لغویات کے ساتھ ہوتا ہے۔ دنیا کی اکثریت کی دین کی آنکھ تو اندھی ہو چکی ہے اس لیے ان کی نظر تو وہاں تک پہنچ نہیں سکتی جہاں مومن کی نظر پہنچتی ہے اور پہنچنی چاہئے۔ ایک مومن کی شان تو یہ ہے کہ نہ صرف ان لغویات سے بچے اور بیزاری کا اظہار کرے بلکہ اپنا جائزہ لے اور غور کرے کہ اس کی زندگی میں ایک سال آیا اور گزر گیا۔ اس میں وہ ہمیں کیا دے کر گیا اور کیا لے کر گیا۔ ہم نے اس سال میں کیا کھویا اور کیا پایا۔ ایک مومن نے دنیاوی لحاظ سے دیکھنا ہے کہ اس سال میں اس نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ اس کی دنیاوی حالت میں کیا بہتری پیدا ہوئی یا دینی لحاظ سے اور روحانی لحاظ سے دیکھنا ہے کہ کیا کھویا اور کیا پایا اور اگر دینی اور روحانی لحاظ سے دیکھنا ہے تو کس معیار پر رکھ کر دیکھنا ہے تاکہ پتا چلے کہ کیا کھویا اور کیا پایا۔

ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود اور مہدی معہود کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی جنہوں نے ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعلیم کا نچوڑ یا خلاصہ نکال کر رکھ دیا اور ہمیں کہا کہ تم اس معیار کو سامنے رکھو تو تمہیں پتا چلے گا کہ تم نے اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کیا ہے یا پورا کرنے کی کوشش کی ہے یا نہیں؟ اس معیار کو سامنے رکھو گے تو صحیح مومن بن سکتے ہو۔ یہ شرائط ہیں ان پہ چلو گے تو صحیح طور پر اپنے ایمان کو پرکھ سکتے ہو۔ ہر احمدی سے آپ نے عہدِ بیعت لیا اور اس عہدِ بیعت میں شرائطِ بیعت ہمارے سامنے رکھ کر لائحہ عمل ہمیں دے دیا جس پر عمل اور اس عمل کا ہر روز ہر ہفتے ہر مہینے اور ہر سال ایک جائزہ لینے کی ہر احمدی سے امید اور توقع بھی کی۔ پس ہم سال کی آخری رات اور نئے سال کا آغاز اگر جائزے اور دعا سے کریں گے تو اپنی عاقبت سنوارنے والے ہوں گے اور اگر ہم بھی ظاہری مبارکبادوں اور دنیاداری کی باتوں سے نئے سال کا آغاز کریں گے تو ہم نے کھویا تو بہت کچھ اور پایا کچھ نہیں یا بہت تھوڑا پایا۔ اگر کمزوریاں رہ گئی ہیں اور ہمارا جائزہ ہمیں تسلی نہیں دلا رہا تو ہمیں یہ دعا کرنی چاہئے کہ ہمارا آنے والا سال گزشتہ سال کی طرح روحانی کمزوری دکھانے والا سال نہ ہو۔ بلکہ ہمارا ہر قدم اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اٹھنے والا قدم ہو۔ ہمارا ہر دن اُسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے والا دن ہو۔ ہمارے دن اور رات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عہدِ بیعت نبھانے کی طرف لے جانے والے ہوں''۔

(خطبہ جمعہ 30؍دسمبر 2016ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 2016ء میں سال کے آغاز پر 32 سوالات احباب جماعت کے سامنے رکھے تھے۔ اِن کا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اِن کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام احمدیوں کا 2025ء سے الوداع ''مُخْرَجَ صِدْقٍ'' اور 2026ء میں داخلہ ''مُدْخَلَ صِدْقٍ'' کا باعث بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہر آن ہمارا حامی وناصر ہو اور اپنی حفاظت میں رکھے۔ نئے سال میں داخل ہونے کے حوالہ سے قرآن کریم، احادیث، حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کی تمام دعاؤں کا ہم سب کو وارث بنائے، آمین۔

سالِ نو کے آغاز پر درج ذیل دعائیں بہت مفید ہوں گی۔ قرآن کریم کی سورۃ بنی اسرائیل آیت 81 میں بیان شدہ دعا رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا یعنی اور تُو کہہ اے میرے ربّ! مجھے اس طرح داخل کر کہ میرا داخل ہونا سچائی کے ساتھ ہو اور مجھے اس طرح نکال کہ میرا نکلنا سچائی کے ساتھ ہو اور اپنی جناب سے میرے لئے طاقتور مددگار عطا کر۔

بعض احادیث سے بھی ثابت ہے کہ جب نیا مہینہ یا سال شروع ہوتا تو صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کو دعا دیتے اور سکھلاتے بھی تھے۔

اَللّٰهُمَّ أَدْخِلْهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ، وَالْإِيمَانِ، وَالسَّلَامَةِ، وَالْإِسْلَامِ، وَرِضْوَانٍ مِنَ الرَّحْمٰنِ، وَجِوَارٍ مِنَ الشَّيْطَانِ۔

(المعجم الاوسط حدیث 6241)

ترجمہ: اے اللہ! اس (سال یا مہینہ) کو ہم پر امن وایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ، رحمٰن کی خوشنودی اور شیطان سے حفاظت کے ساتھ داخل کر۔

پھر احادیث میں یہ ایک اور دعا بھی ملتی ہے کہ اے میرے رب! میں تجھ سے اس سال کی خیر چاہتا ہوں اور اس کے بعد کی بھلائی بھی اور میں تجھ سے اس سال کے شر کی پناہ مانگتا ہوں اور اس کے بعد کی برائی سے بھی۔ اے میرے رب! میں سُستی اور تکبر کی برائی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ میرے پروردگار! میں آگ کے عذاب اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(معجم الکبیر طبرانی جلد 17 صفحہ 294)

ہر گھڑی ہر پل مبارک ہو تمہیں یہ سال نو
چھین لے سب مشکلیں اور سب مصائب سال نو
زندگی کے ہونٹ ہوں اور ہو یہی نغمہ سرا
ہو محبت کا سفر اور ہمسفر ہو سال نو
جس طرف نظریں اٹھاؤ سامنے منزل کو پاؤ
فضل ربیّ ساتھ ہو جو دم قدم ہو سال نو

آنحضور ﷺ نے فرمایا اَلْاَعْمَالُ بِخَوَاتِيْمِهَا کہ اعمال کا دارومدار انجام پر ہے۔ اس مفہوم کو ایک انگریزی ضرب المثل میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

All is well that ends well.

حضرت رسول اکرم ﷺ کو سب سے زیادہ عمل وہ اچھا لگتا تھا جس پر کوئی مستقل مزاجی سے مسلسل قائم رہے۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق، باب القصد والمداومۃ

پس نئے سال کی یکم تاریخ نئے عزم اور ولولہ کی تجدید کا وقت ہے۔ بچے نئی کلاسوں میں جاتے وقت خوشی اور نئے عزم کے ساتھ نئے عہد باندھ رہے ہوتے ہیں اور اپنی سابقہ کوتاہیوں کو خیر باد کہہ رہے ہوتے ہیں اور ایک نئی ہمت، نئے ولولہ اور نئے جوش کے ساتھ نیک تمناؤں کے ساتھ زندگی کی نئی سیڑھی پر قدم رکھ دیتے ہیں۔ بعینہٖ اس نئے سال کے آغاز پر اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں پر نگاہ ڈالتے ہوئے دعاؤں کے ساتھ ان کو اپنے سے جدا کرنا ہے اور دعاؤں کے ساتھ نیکیوں کے نئے عزم کے ساتھ شکر کے جذبات کے ساتھ اور ان نیکیوں کو دوام دینے کے ساتھ اس نئے سال میں داخل ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے آنے والا سال ہم سب کے لئے، جماعت کے لئے، اُمّت کے لئے اور معاشرے کے لئے مبارک کرے۔ اللہ تعالیٰ اس آنے والے سال کو جماعت کے لئے رحمتوں، برکتوں اور غیر معمولی ترقیات کا باعث بنائے۔ ہم سب کو اپنی حفاظت اور امان میں رکھے، آمین۔

عہد نَو ہے تمہارے نام چلو

وقت کم ہے، بہت ہیں کام، چلو
ملگجی ہو رہی ہے شام، چلو

زندگی اس طرح تمام نہ ہو
کام رہ جائیں ناتمام، چلو

کہہ رہا ہے خرامِ بادِ صبا
جب تلک دم چلے مدام چلو

منزلیں دے رہی ہیں آوازیں
صبح محوِ سفر ہو، شام چلو

ساتھیو! میرے ساتھ ساتھ رہو
قربتوں کا لئے پیام، چلو

تم اُٹھے ہو تو لاکھ اُجالے اُٹھے
تم چلے ہو تو برق گام چلو

کبھی ٹھہرو تو مثل ابر بہار
جب برس جائے فیض عام، چلو

ہو تُمہی کل کے قافلہ سالار
آج بھی ہو تُمہی اِمام، چلو

تم سے وابستہ ہے جہانِ نو
تمہیں سونپی گئی زمام، چلو

آگے بڑھ کر قدم تو لو، دیکھو
عہدِ نو ہے تمہارے نام، چلو

پیشوائی کرو، تمہاری طرف
آ رہا ہے نیا نظام، چلو

دل سے اٹھے جو نعرۂ تکبیر
ہو ثریا سے ہمکلام، چلو

(کلام طاہر)

36ویں مجلسِ شوریٰ

مجلس انصاراللہ جرمنی

رپورٹ: مکرم فاروق احمد چیمہ صاحب، قائد عمومی مجلس انصاراللہ جرمنی

مجلس انصاراللہ جرمنی کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے 36ویں مجلس شوریٰ مؤرخہ 23، 22 نومبر 2025ء بمقام بیت السبوح فرانکفرٹ منعقد کرنے کی توفیق ملی، فالحمدللہ۔

پہلے روز شوریٰ کی کارروائی صبح دس بجے صدر مجلس انصاراللہ جرمنی مکرم بشیر احمد رہان صاحب کی صدارت میں شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم اور اس کے اردو و جرمن ترجمہ کے بعد انصاراللہ کا عہد دہرایا گیا۔ اپنی افتتاحی تقریر میں صدر مجلس نے اسوہ رسول ﷺ اور اسوہ حضرت مسیح موعودؑ نیز خلفائے سلسلہ کے ارشادات کی روشنی میں مشورے کی اہمیت بیان کی۔ اس کے بعد مجلسِ شوریٰ کی اہمیت اور قواعد کے حوالے سے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایات پر مبنی ایک ویڈیو دکھائی گئی۔ افتتاحی دعا کے بعد محترم محمود احمد خان صاحب (نائب صدر) نے گزشتہ سال کی مجلسِ شوریٰ کے فیصلہ جات پر عمل درآمد کی رپورٹ پیش کی۔ اس کے بعد قائد عمومی مکرم فاروق چیمہ صاحب نے مجالس کی طرف سے موصولہ تجاویز پڑھ کر سنائیں۔ امسال شوریٰ کا ایجنڈا بھی پڑھ کر سنایا جو بجٹ آمد و خرچ کے علاوہ ایک تربیتی نوعیت کی تجویز پر مشتمل تھا۔ ایجنڈا کی دونوں تجاویز کے لیے دو سب کمیٹیوں کے اراکین کا انتخاب کیا گیا۔ پہلی سب کمیٹی کے لیے صدر مکرم ملک سعادت احمد صاحب اور محترم حافظ محمد ظفر اللہ صاحب نائب صدر صف دوم سیکرٹری مقرر کیے گئے۔ سب کمیٹی مال کے لیے صدر محترم ادریس احمد صاحب اور سیکرٹری محترم منصور احمد صاحب قائد مال کو مقرر کیا گیا۔

اس کے بعد قیادت عمومی اور قیادت تجنید نے لائحہ عمل کے تحت اس سال کی کارکردگی اور آئندہ سال کی منصوبہ بندی پر اظہار خیال کیا۔ بعدازاں مکرم مبارک احمد تنویر صاحب مبلغ انچارج جرمنی نے ”عہدیداران کی ذمہ داریاں“ کے حوالہ سے نہایت پُراثر تقریر کی۔ موصوف نے حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کے اقتباسات کی روشنی میں عہدیداران کو نرم زبان، خوش اخلاق اور خدمت کا جذبہ پیدا کرنے اور کسی بھی قسم کی رعونت اور اَنانیت سے اجتناب کی تلقین کی۔ اس کے بعد کھانے اور نمازوں کا وقفہ ہوا۔

تقریباً تین بجے صدر مجلس کی صدارت میں ہی اجلاسِ دوم شروع ہوا جس میں قیادت تربیت، تبلیغ، سو مساجد نے لائحہ عمل کے تحت اس سال کی کارکردگی اور آئندہ سال کی منصوبہ بندی پر اظہار خیال کیا۔ 16:30 پر ریفریشمنٹ اور نماز مغرب وعشاء کے لیے وقفہ کے بعد شوریٰ کی کارروائی کا دوبارہ آغاز ہوا اور ممبران شوریٰ کو مختلف شعبہ جات کے حوالہ سے سوالات کے تسلّی بخش جوابات دیے گئے۔ بعدازاں محترم نیشنل امیر صاحب جرمنی نے اراکین شوریٰ سے خطاب فرمایا۔ محترم امیر صاحب نے توجہ دلائی کہ اب مجلس انصاراللہ میں ایسے افراد شامل ہو رہے ہیں جو کہ یہیں پلے بڑھے ہیں، اب مجلس انصاراللہ کے لیے یہ ایک چیلنج ہے کہ ایسے انصار کو اپنے ساتھ بہترین طریقے سے شامل کرے۔ نئی نسل کے ساتھ بھی اچھا تعلق استوار کرنے کی تاکید فرمائی۔ محترم امیر صاحب نے فرمایا کہ اس وقت سوشل میڈیا کا غلط استعمال ہمارے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے اس پر ہمیں اپنے گھروں میں گفتگو کرنی چاہیے۔ ساڑھے سات بجے شوریٰ کے پہلے روز کی کارروائی اختتام پذیر ہوئی اور اس کے بعد سب کمیٹیوں کے اجلاسات منعقد ہوئے۔

23 نومبر بروز اتوار صبح نو بجے دوسرے روز کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور اجتماعی دعا سے ہوا جس کے بعد سب کمیٹیوں کے صدر صاحبان نے رپورٹس پیش کیں جس پر اراکین نے اپنی آراء کا اظہار کیا اور دونوں تجاویز پر سب کمیٹیوں کی طرف سے تجویز کردہ لائحہ عمل کے حق میں رائے دی۔

اڑھائی بجے مکرم مبارک احمد تنویر صاحب مبلغ انچارج کی صدارت میں مجلس شوریٰ کا خصوصی اجلاس منعقد ہوا جس میں صدر مجلس انصاراللہ جرمنی کا انتخاب عمل میں آیا۔

انتخاب کے بعد اختتامی اجلاس میں مکرم بشیر احمد رہان صاحب صدر مجلس انصاراللہ جرمنی نے اختتامی خطاب میں تمام شاملین اور انتظامیہ کا شکریہ ادا کیا۔ اختتامی دعا مکرم مبارک احمد تنویر صاحب مبلغ انچارج جرمنی نے کروائی۔ اللہ تعالیٰ تمام ممبران کو اپنے فرائض احسن رنگ میں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مکرم محمد انیس دیالگڑھی صاحب

تو نیا ہے تو دِکھا، صبح نئی، شام نئی
ورنہ ان آنکھوں نے دیکھے ہیں نئے سال کئی

بچپن سے یہ شعر سنتے آئے تھے کہ

غافل تجھے گھڑیال، یہ دیتا ہے مُنادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

یہ شعر سنتے تھے مگر غور کی توفیق نہ ملی۔ اب بڑھاپے کی سرحد پر کھڑے ہو کر ایسا لگتا ہے کہ گردوں نے اِک گھڑی نہیں پوری عمر گھٹا دی ہے۔ گھڑی کی سوئیوں کی رفتار سے بھی کہیں تیزی سے وقت گزرتا رہا اور ہم خوابِ غفلت میں پڑے سوتے رہے۔ اب تو نہ جنم دن کی خوشی ہوتی ہے نہ نئے سال کی کہ ہر جنم دن اور ہر سال ایک دھوکہ ہی تو تھا۔

اک سال گیا اک سال نیا ہے آنے کو
پر وقت کا اب بھی ہوش نہیں دیوانے کو

عمر کا ایک اور سال گیا
وقت پھر ہم پر خاک ڈال گیا

ابھی تو ہم نئے سال کی آمد کی خوشیاں منا رہے تھے اور اب اس کی سرحد پر کھڑے اس سے اگلے سال کو بلا رہے ہیں۔

پھر نئے سال کی سرحد پر کھڑے ہیں ہم لوگ
راکھ ہو جائے گا یہ سال بھی، حیرت کیسی

کچھ خوشیاں کچھ آنسو دے کر ٹال گیا
جیون کا اک اور سنہرا سال گیا

صرف ایک دن کے فرق سے سال بدل جاتا ہے۔ دسمبر کی 31 اور جنوری کی یکم تاریخ، ایک دن بھی نہیں صرف چند لمحوں کا فرق ہے۔ پچھلا سال ماضی کے دُھندلکوں میں دور کہیں گم ہو جاتا ہے اور لوگ اس کو بُھلا کر صرف نئے سال کو گلے لگاتے، ہار پہناتے اور جشن مناتے ہیں۔

ستاروں آسماں کو جگمگا دو روشنی سے
دسمبر آج ملنے جا رہا ہے جنوری سے

اور یار لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ اس جنوری کے آخر میں پھر دسمبر آنا ہے۔

یکم جنوری ہے، نیا سال ہے
دسمبر میں پوچھوں گا کیا حال ہے

پُرانے سال کے جانے اور نئے سال کے آنے پر کیلنڈر بھی بدلے جاتے ہیں۔

نیا سال دیوار پر ٹانگ دے
پرانے برس کا کیلنڈر گرا

وہی نیا سال جس کا دھوم دھام سے استقبال کیا جاتا ہے اور جشن منایا جاتا ہے۔ ایک لمحے میں اس کا کیلنڈر کچرے کے ڈھیر میں گم ہو جاتا ہے اور دل و دماغ سے بھی۔ مگر کچھ ایسے بھی ہیں جو دیوار سے تو کیلنڈر اتار دیتے ہیں مگر وہ ان کے دل و دماغ کی دیوار پر نقش ہو جاتا ہے اور وہ اسے بھلا نہیں پاتے۔

سالِ نو آتا ہے تو محفوظ کر لیتا ہوں مَیں
کچھ پُرانے سے کیلنڈر ذہن کی دیوار پر

ایک اور شاعر ایک اور حقیقت بیان کرتا ہے۔

کسی کو سالِ نو کی کیا مبارکباد، دی جائے
کیلنڈر کے بدلنے سے مقدر کب بدلتا ہے

لیکن مقدر تو تب بدلتا ہے جب انسان خود کو بدلنے کی کوشش کرے۔ پُرانے جھگڑے، دشمنیاں، پرانی نفرتیں اور کدورتیں بھی پُرانے کیلنڈر کی طرح اتار پھینکے۔

چہرے سے جھاڑ پچھلے برس کی کدورتیں
دیوار سے پُرانا کیلنڈر اتار دے

پچھلے کئی برسوں سے انسان آلام ومصائب کا شکار ہے۔ کچھ آسمانی ہیں تو کچھ زمینی۔ زلزلوں، طوفانوں، سیلابوں، لڑائی جھگڑوں اور جنگوں کا زور ہے۔ 2025ء میں بھی ظلم وتعدی اور تباہی وبربادی کا بازار گرم رہا بلکہ انتہا کو جا پہنچا۔ مسلمانوں پر تو اس سال قیامت گزر گئی 70ہزار سے زائد فلسطینیوں کو شہید کر دیا گیا۔ پورا علاقہ تباہ وبرباد کر دیا گیا۔ آسمان سے بھی آگ برستی رہی اور زمین بھی شعلے اگلتی رہی۔ عمارتوں، گھروں اور درودیوار کے ساتھ ہزاروں انسان بھی پیوندِ خاک ہو گئے۔ گھر بار رہا نہ بیوی بچے، نہ رشتہ دار نہ دوست یار، ایسے معصوم بچے بھی ہیں جو خود تو زندہ بچ گئے مگر ماں باپ، بہن بھائی اور سارے رشتہ دار لقمہ اجل بن گئے۔ نہ سر پر چھت رہی نہ زمین پر سایہ۔

چھت اُڑ گئی، سایہ نہ رہا کتنے سروں پر
ارمانوں کے دن جاتے رہے پیٹھ دِکھا کے

پچھلے سال کی دردناک اور خوفناک تباہی وبربادی اور ظلم وبربریت کا سوچ کر یہ دھڑکا بھی لگا رہتا ہے کہ

پچھلا برس تو خون رُلا کر گزر گیا
کیا گل کِھلائے گا یہ نیا سال دوستو

ایک اور شاعر زبانِ حال سے نوحہ کر رہا ہے کہ

ہم کو ستم گروں سے بچاتا نہیں کوئی
اور اب تو آسماں سے بھی آتا نہیں کوئی

اور دوسرا اس دور کے مسیحا کو پکار رہا ہے

اس گئے سال بڑے ظلم ہوئے ہیں مجھ پر
اے نئے سال مسیحا کی طرح مل مجھ سے

ان تمام آلام ومصائب اور فتنوں کی خبر اصدق الصادقین ﷺ نے پہلے سے دے دی تھی اور اس کا ایک ہی حل بتایا تھا کہ میری امّت کا مسیحا آ کر اس ظلم وستم سے نجات دے گا اور اسلام کو زندہ کرے گا۔ وہ مسیحا آیا اور اُس کی زبان سے خدا نے انتباہ بھی کیا کہ ... دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

وہ مسیحا آیا اور اس نے دنیا کو نجات کی طرف بلایا۔ ایک طرف تو وہ دنیا کو بڑے درد سے سمجھاتا رہا کہ خدا کی طرف لَوٹو اور اس کی پناہ میں آؤ۔ دوسری طرف وہ خدا کے آگے جھک کر گریہ وزاری کرتا رہا اور اپنے آنسوؤں سے اسلام کے سوکھے پودے کی آبیاری کرتا رہا اور انتہائی دکھ درد اور الحاح سے خدا سے یہ عرض کرتا رہا کہ

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار
دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بے قرار
فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
کشتیِ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفٰے
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ مرے اے ناخدا
آ گیا اس قوم پر وقتِ خزاں اندر بہار

سالِ نو 2026ء کے
اہم جماعتی پروگرام

19 فروری	آغاز رمضان المبارک (متوقع)
21 مارچ	عید الفطر (متوقع)
15 تا 17 مئی	مجلسِ شوریٰ جماعت احمدیہ جرمنی
27 مئی	عید الاضحیٰ (متوقع)
3 تا 5 جولائی	اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی
10 تا 12 جولائی	اجتماع مجلس انصار اللہ و لجنہ اماء اللہ جرمنی
24 تا 26 جولائی	جلسہ سالانہ برطانیہ
4 تا 6 ستمبر	جلسہ سالانہ جرمنی

(شعبہ جنرل سیکرٹری جرمنی)

اَور اک سال چلا جاتا ہے

حرفِ والعصر کی تفسیر لیے
وقت برق آسا بڑھا جاتا ہے

اَن گنت سالوں کے ماضی کی طرف
اَور اک سال چلا جاتا ہے

ہر نئی صبح کو اک شام ملی
دوپہر روز نئی ڈھلتی رہی

زندگی ایک ہی رفتار کے ساتھ
صفتِ سیلِ رواں چلتی رہی

ہم اگر تھک کے ٹھہر جائیں تو کیا
یہ شب و روز ٹھہر جاتے ہیں

فرصتِ فکر ملے یا نہ ملے
یہ مہ و سال گزر جاتے ہیں

عرصہ دہر میں کیا اپنے لیے
آخر سال خبر لایا ہے

کر کے میزان ذرا دیکھیں تو
ہم نے کیا کھویا ہے کیا پایا ہے

غم نہیں کوئی خسارہ کا اگر
بزمِ ایمان و عمل گرم رہے

صدق اور صبر تَوَاصَوْا کی ہے شرط
لب پہ حق بات ہو دل نرم رہے

(مکرم عبدالمنان ناہید صاحب)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عائلی زندگی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عائلی زندگی کے متعلق مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب مرحوم ابن حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ کے مضامین الفضل انٹرنیشنل ماہ جنوری و فروری 2011ء میں شائع ہوتے رہے ہیں جنہیں قارئین کے استفادہ کے لیے شائع کیا جا رہا ہے۔ (بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

حضرت مسیح موعودؑ کا حضرت اماں جانؓ کے ساتھ سلوک، محبت اور شفقت اور یگانگت کا ہوتا تھا کہ گھر کا ماحول حد درجہ خوشگوار ہوتا اور جیسا کہ حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ نے جنہوں نے پچیس سال کا طویل عرصہ حضورؑ کے گھر میں حضور کے زیرِ سایہ گزارا اپنے اس طویل عرصہ کے مشاہدہ پر بنیاد رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’مَیں نے اپنے ہوش میں نہ کبھی حضورؑ کو حضرت اُمّ المومنین سے ناراض دیکھا نہ سنا۔ بلکہ ہمیشہ وہ حالت دیکھی جو ایک آئیڈیل (Ideal) جوڑے کی ہونی چاہیے۔ بہت کم خاوند اپنی بیویوں کی وہ دلداری کرتے ہیں جو حضورؑ اُمّ المومنین کی فرمایا کرتے تھے اور آپ کو لفظ تُم سے مخاطب فرمایا کرتے تھے اور ہندوستانی میں ہی اکثر کلام کرتے تھے۔ مگر شاذ و نادر پنجابی میں بھی۔ حالانکہ بچوں سے اکثر پنجابی بولا کرتے تھے‘‘۔

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ صفحہ 231)

حضرت امۃ الرحمان صاحبہ تحریر کرتی ہیں: ’’مَیں نے کبھی یہ بھی نہیں دیکھا کہ حضرت اُمّ المومنین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی بات پر خفا ہوئی ہوں بلکہ وہ ہمیشہ حضرت صاحب کا ادب کرتی رہی ہیں‘‘۔ (سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ صفحہ 408)

مائی امام بی بی مرحومہ محمد اکبر صاحب ٹھیکہ دار بٹالہ کی بیوہ تھیں۔ میاں محمد اکبر صاحب سابقون الاوّلون میں سے تھے اور انہوں نے قادیان ہی میں وفات پائی تھی۔ ان کی وفات کے بعد امام بی بی حضرت اُمّ المومنین کی خدمت میں ہی رہیں۔ اکثر آپ کے ساتھ سفر و حضر میں رہنے کا موقعہ ملا۔ وہ بیان کرتی ہیں:

’’ہم نے کبھی حضرت اُمّ المومنین کو نہیں دیکھا کہ کسی بات پر بھی حضرت صاحب سے ناراض ہوئی ہوں۔ حضرت صاحب کا ادب کرتیں اور آپ کو خوش رکھتیں۔ ابتدا میں حضرت صاحب صرف تین روپے جیب خرچ دیا کرتے آپ نے کبھی نہیں کہا کہ یہ کم ہیں۔ شکر گزاری سے لے لیتیں‘‘۔

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ صفحہ 415-414)

اس مثالی مقدّس جوڑے کے آپس کے تعلقات محبت اور پیار اور ایک دوسرے کے لئے نہایت درجہ لطف اور یگانگت اور عزّت اور احترام پر مبنی ہوتے تھے اور یہ محبت اور پیار مہربانی اور مودّت اور عزّت و احترام دونوں طرف سے تھا۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں ہر عورت کی طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ اس کے دل میں اپنی سوکن کے لئے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔ عورت ہر چیز برداشت کرسکتی ہے لیکن اپنی سوکن کے لئے اس کے دل میں کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ سوکن کا جلاپا مشہور ہے۔ حضرت اماں جانؓ کا واقعہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت اماں جانؓ حضورؑ کی زوجہ اوّل سے ملنے جایا کرتی تھیں۔ ان کا خیال رکھتیں اور حتی المقدور اگر انہیں کوئی ضرورت ہوتی تو اسے پورا کرنے کی کوشش فرماتی تھیں اور جیسا کہ ذکر ہوا ہے بیماری میں ان کے لئے دوا بھی لے کر جاتی تھیں۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی جب حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ سے شادی ہوئی تو چونکہ حضرت نواب صاحبؓ کے پہلی بیوی سے بچے موجود تھے اس لئے حضرت اماں جانؓ نے ان کو خاص طور پر اپنے سوتیلے بچوں سے حسن سلوک کرنے کی تلقین فرمائی اور اس ضمن میں خاص طور پر اپنا طریق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’مَیں نے ہمیشہ تمہارے سوتیلے بھائیوں کے لئے دعائیں کی ہیں اور ان کا بھلا ہی خدا سے چاہا ہے۔ کبھی اپنے دل میں ان کو غیر نہیں جانا

خواہ حالات کے سبب وہ الگ رہے میرا دل ہمیشہ ان کا خیر خواہ رہا ہے‘‘۔

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صفحہ 462)

اپنی سوکن سے اور اس کی اولاد سے حسن سلوک کرنے والی تو شاید کوئی اور خاتون بھی مل جائے لیکن خدا تعالیٰ سے ان کی بھلائی کے لئے دعائیں کرنا اور ان کو دل میں بھی اپنا یقین کرنا حضرت اماں جانؓ اور آپ کے نقشِ قدم پر چلنے والی خواتین کا ہی خاصہ ہے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے اپنی لطیف تصنیف سیرۃ مسیح موعودؑ میں حضرت اماں جانؓ کے بارہ میں ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے جس سے حضرت اماں جانؓ کے دل کی کیفیت پوری طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ اور پتہ چلتا ہے کہ آپ نے خدا تعالیٰ کی منشاء کی خاطر اور حضرت مسیح موعودؑ کی محبت میں اپنی مرضی چھوڑ ہی دی تھی۔

حضرت مولوی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں:

’’حضرت کی زوجہ محترمہ آپ سے بیعت ہیں۔ اور آپ کے منجانب اللہ ہونے پر صدقِ دل سے ایمان رکھتی ہیں سخت سے سخت بیماریوں اور اضطراب کے وقتوں میں جیسا اعتماد انہیں حضرت کی دعا پر ہے کسی چیز پر نہیں۔ وہ ہر بات میں حضرت کو صادق و مصدوق مانتی ہیں۔ جیسے کوئی جلیل سے جلیل صحابی مانتا ہے۔ ان کے ایمان اور راسخ اعتقاد کا ایک بیّن ثبوت سنیے۔ عورتوں کی فطرت میں سَوت کا کیسا برا تصور ودیعت کیا گیا ہے۔ کوئی بھیانک قابل نفرت چیز عورت کے لئے سَوت سے زیادہ نہیں۔ عربی میں سَوت کو ضرہ کہتے ہیں۔ حضرت کی اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے لیے جو ایک نکاح کے متعلق ہے اور جس کا ایک حصہ خدا کے فضل سے پورا ہو چکا ہے۔ اور دوسرا دور نہیں کہ خدا کے بندوں کو خوش کرے۔ حضرت بیوی صاحبہ مکرمہ نے بارہا رو رو کر دعائیں کی ہیں۔ اور بارہا خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا ہے کہ گو میری زنانہ فطرت کراہت کرتی ہے مگر صدقِ دل اور شرح صدر سے چاہتی ہوں کہ خدا کے منہ کی باتیں پوری ہوں اور ان سے اسلام اور مسلمانوں کی عزّت اور جھوٹ کا زوال و ابطال ہو۔ ایک روز دعا مانگ رہی تھیں حضرت نے پوچھا آپ کیا دعا مانگتی ہیں۔ آپ نے بات سنائی کہ یہ مانگ رہی ہوں۔ حضرت نے فرمایا سوت کا آنا تمہیں کیونکر پسند ہے۔ آپ نے فرمایا کچھ ہی کیوں نہ ہو مجھے اس کا پاس ہے کہ آپ کے منہ سے نکلی ہوئی باتیں پوری ہو جائیں خواہ میں ہلاک کیوں نہ ہو جاؤں‘‘۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 32-31)

حضرت مولوی عبدالکریم ؓ کی مذکورہ بالا روایت جہاں حضرت اماں جانؓ کے دل کی حالت پر روشنی ڈال رہی ہے کہ کس طرح آپ خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں اور حضور کے منہ سے نکلی ہوئی باتوں کے پورا ہونے کے لئے حریص تھیں اور اس کے لئے دعائیں کرتی تھیں۔ وہاں یہ واقعہ حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق فاضلہ کی ایک خصوصیت پر بھی روشنی ڈالتا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو کس قدر قدردان دل سے نوازا تھا کہ حضور نے ایک بات جو تنہائی میں آپ کی حرم محترم نے آپ سے کی تھی جس سے آپ کی حرم محترم کی ایک خوبی سامنے آتی تھی کی قدردانی فرمائی اور اس کا بیان اپنے اصحاب کے سامنے بھی کیا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب جو حضورؑ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے سات آٹھ برس کے تھے کہ بیمار ہوئے قضاء الٰہی سے ان کی وفات ہوگئی۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کا جب انتقال ہوا ہے تو حضرت مسیح موعودؑ باہر تشریف لائے۔ مَیں موجود تھا۔ فرمایا کہ لڑکے کی حالت نازک تھی۔ اس کی والدہ نے مجھ سے کہا کہ آپ ذرا اس کے پاس بیٹھ جائیں۔ مَیں نے نماز نہیں پڑھی، مَیں نماز پڑھ لوں۔ فرمایا کہ وہ نماز میں مشغول تھیں کہ لڑکے کا انتقال ہوگیا۔ مَیں ان خیالات میں پڑ گیا کہ جب اس کی والدہ لڑکے کے فوت ہونے کی خبر سنے گی تو بڑا صدمہ ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے سلام پھیرتے ہی مجھ سے پوچھا کہ لڑکے کا کیا حال ہے؟ مَیں نے کہا کہ لڑکا تو فوت ہوگیا۔ انہوں نے بڑے انشراحِ صدر سے کہا کہ الحمدللہ! مَیں تیری رضا پر راضی ہوں۔ ان کے ایسا کہنے پر میرا غم خوشی سے بدل گیا اور مَیں نے کہا اللہ تعالیٰ تیری اولاد پر بڑے بڑے فضل کرے گا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحبؓ

(سیرت المہدی حصہ چہارم روایت نمبر 1120 صفحہ 93)

حضورؑ کو آپ کے اس طرح صبر کرنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی قضا پر راضی ہو جانے کی وجہ سے بہت خوشی ہوئی اور حضور نے اس بات کا تذکرہ اصحاب کی مجلس میں بھی کیا اور فرمایا: ’’مجھے بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ میری بیوی کے منہ سے سب سے پہلا کلمہ جو نکلا ہے وہ یہی تھا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ کوئی نعرہ نہیں مارا کوئی چیخیں نہیں ماریں۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 244)

پھر فرمایا: ’’مبارک احمد کی وفات پر میری بیوی نے یہ بھی کہا ہے کہ ’خدا کی مرضی کو مَیں نے اپنے ارادوں پر قبول کر لیا ہے‘۔ اس ابتلاء اور صدمہ کے موقعہ پر حضرت اماں جانؓ اور حضور کا صبر دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا:

’’خدا خوش ہوگیا‘‘

حضور فرماتے ہیں جب یہ الہام ہم نے اپنی بیوی کو سنایا تو اس نے سن کر کہا کہ مجھے اس الہام سے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر دو ہزار مبارک احمد بھی مر جاتا تو میں پرواہ نہ کرتی۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 246)

میاں بیوی کے تعلقات کو خوشگوار اور ہر بدمزگی سے پاک رکھنے کا یہ عجیب نسخہ ہے جو اس واقعہ کو پڑھنے سے ہمارے سامنے آتا ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کی خوبی کی قدر کریں اور اپنی قدردانی کو صرف دل میں محسوس کر کے نہ رہ جائیں بلکہ اس کا اظہار بھی کریں تاکہ دوسرا فریق بھی یہ امر جان لے کہ اس کے رفیق حیات کے دل میں اس کے لئے قدردانی اور محبت کے جذبات موجزن ہیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے حضورؑ اور اماں جانؓ کا یہ رشتہ باہمی محبّت اور احترام اور مودّت کا رشتہ تھا۔ اس بات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ بیان کرتی ہیں: ’’ایک بار مجھے یاد ہے حضرت والدہ صاحبہ نے حضرت اقدس سے کہا (ایک دن تنہائی میں الگ نماز پڑھنے سے پیشتر) کہ مَیں ہمیشہ دعا کرتی ہوں کہ خدا مجھے

آپ کا غم نہ دکھائے اور مجھے پہلے اٹھائے۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا: ''اور مَیں ہمیشہ دعا کرتا ہوں کہ تم میرے بعد زندہ رہو اور مَیں تم کو سلامت چھوڑ کر جاؤں''۔

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ صفحہ 459-460)

حضرت سیدہ اُمّ ناصر صاحبہؓ نے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے جس سے اس باہمی تعلق محبّت ومودّت پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ آپ فرماتی ہیں:

''حضرت اماں جانؓ بیمار تھیں اور حضرت اقدس تیمارداری فرماتے۔ کھڑے دوائی پلا رہے تھے اور حالتِ اضطراب میں اماں جانؓ کہہ رہی تھیں ہائے میں تو مر جاؤں گی آپ کا کیا ہے۔ بس اب مَیں مر چلی ہوں، تو حضرت نے آہستہ سے فرمایا 'تو تمہارے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے' حضرت سیدہ اُمّ ناصر صاحبہ مزید فرماتی ہیں: ایسی ایسی دل نوازی کی ہزاروں باتیں ہیں''۔

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ صفحہ 394)

اسی قسم کا ایک واقعہ اہلیہ صاحبہ مولوی فضل دین صاحب زمیندار کھاریاں نے بیان کیا ہے کہ ایک دن حضرت اماں جانؓ نے حضرت مسیح موعودؑ سے کہا دُنیا میں رشتے تو بہت ہوتے ہیں مگر میاں بیوی کا رشتہ سب سے بڑا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے میں آپ کے ساتھ مروں۔

(سیرت المہدی حصہ پنجم روایت نمبر 1440)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ بیان فرماتی ہیں:

''حضرت مسیح موعودؑ کے بعد ایک بہت بڑی تبدیلی آپ میں واقع ہوئی۔ پھر مَیں نے آپ کو پُرسکون، مطمئن اور بالکل خاموش نہیں دیکھا۔ ایک بے قراری اور گھبراہٹ آپ کے مزاج میں باوجود انتہائی صبر اور ہم لوگوں کے دلداری کے خیال سے پیدا ہوگئی جو آج تک نہیں گئی۔ یہ معلوم ہوتا ہے اس دن سے آپ دنیا میں ہیں بھی مگر نہیں بھی اور ایک بے چینی سی ہر وقت لاحق ہے جیسے کسی کا کچھ کھو گیا ہو۔ اس سے زیادہ مَیں اس کیفیت کی تفصیل نہیں بیان کرسکتی''۔

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ صفحہ 460)

لیکن اس اضطراب اور بے چینی کے باوجود جس کا تذکرہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے فرمایا ہے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے فوری بعد آپ کی کیا کیفیت تھی، اس کے بارے میں مکرم ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب جو خلافت ثانیہ کے قیام پر جماعت مبائعین سے علیحدہ ہو گئے تھے حضورؑ کی وفات پر تحریر کرتے ہیں:

''جب حضرت مسیح موعودؑ وفات پاگئے تو حضرت اُمّ المومنین نے اس وقت وہ نمونہ دکھایا کہ اس سے انسان حضرت اقدس کی قوت قدسی کا اندازہ اچھی طرح سے کرسکتا ہے۔ ہم سب چھ سات گھنٹے حضرت اقدس کی خدمت میں رہے۔ اُمّ المومنین برقعہ پہنے خدمت والا میں حاضر رہیں اور کبھی سجدہ میں گر جاتیں اور بار بار یہی کہتی تھیں کہ 'اے حی وقیوم خدا۔ اے میرے پیارے خدا اے قادر مطلق خدا۔ اے مُردوں کے زندہ کرنے والے خدا تو ہماری مدد کر۔ اے وحدہ لاشریک خدا۔ اے خدا میرے گناہوں کو بخش۔ میں گنہگار ہوں اے میرے مولیٰ میری زندگی بھی تو ان کو دے دے۔ میری زندگی کس کام کی ہے۔ یہ تو دین کی خدمت کرتے ہیں۔ میری زندگی بھی ان کو دے دے'۔ بار بار یہ الفاظ آپ کی زبان پر تھے کسی قسم کی جزع فزع آپ نے نہیں فرمائی اور آخر میں جبکہ انجام بہت قریب تھا۔ آپ نے فرمایا:

اے میرے پیارے خدا یہ تو ہمیں چھوڑتے ہیں۔ مگر تو ہمیں نہ چھوڑیو اور کئی بار یہ کہا اور جب آخر میں یٰسین پڑھی گئی اور دم نکل گیا تو اندر مستورات نے رونا شروع کیا۔ مگر آپ بالکل خاموش ہوگئیں اور ان عورتوں کو بڑے زور سے جھڑک دیا اور کہا کہ میرے تو خاوند تھے جب میں نہیں روئی تم کون رونے والی ہو۔ ایسا صبر واستقلال کا نمونہ ایک ایسی پاک عورت سے جو کہ ایسی نازونعمت میں پلی ہوئی ہو اور جس کا ایسا بادشاہ اور ناز اٹھانے والا خاوند انتقال کر جائے ایک اعجاز ہے۔ اسی طرح صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اپنا پورا صبر اور استقلال کا نمونہ دکھایا اور ہر طرف سے سوائے حی وقیوم کے الفاظ کے اور کوئی آواز نہ آتی تھی۔ یہ سارا نقشہ حضرت اقدس کی قوت قدسیہ کا اندازہ کرنے کے لیے ایک انصاف پسند آدمی کے لئے کافی ہے''۔

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ صفحہ 388-389)

جیسا کہ ظاہر ہے کہ میاں بیوی کا رشتہ باہمی محبّت اور مودّت کا رشتہ ہے اور اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ خاوند کے عزیز واقارب اور ان کا عزّت واحترام بیوی کو عزیز ہو اور یہی کیفیت دوسری طرف ہو کہ بیوی کے اعزّہ خاوند کے لئے قابل احترام ہوں تب ہی یہ رشتہ مثالی کہلا سکتا ہے۔

حضرت اماں جانؓ کا حضور کی زوجہ اوّل اور ان کے بیٹوں کے ساتھ حسن سلوک اور دل سے ان کی خیر خواہی کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ حضور کے دیگر اعزّہ واقارب کے ساتھ بھی اماں جانؓ کا یہی رویّہ اور یہی سلوک تھا۔ اور باوجود اس کے کہ ابتدا میں حضور کے اقارب کا رویّہ اماں جانؓ کے ساتھ اچھا نہ تھا۔ چنانچہ حضرت نواب مبارکہ بیگمؓ تحریر فرماتی ہیں کہ انہیں حضرت اماں جانؓ نے بتایا کہ: ''جب تمہارے ابا مجھے بیاہ کر لائے تو یہاں سب کنبہ سخت مخالف تھا (اس وقت تک شادی کی ہی وجہ سے غالباً) دو چار خادم مرد تھے اور پیچھے سے ان بیچاروں کی بھی گھر والوں نے روٹی بند کر رکھی تھی گھر میں عورت کوئی نہ تھی''۔ اماں جانؓ کے ساتھ دلّی سے آئی ہوئی ایک خادمہ تھی جو یہاں کسی کی زبان نہ سمجھتی تھی اور نہ ان کی بات کوئی سمجھ سکتا تھا۔

لیکن جلد کچھ عرصے کے بعد ہی اماں جانؓ کے حسنِ سلوک سے دونوں گھروں میں آنا جانا شروع ہو گیا اور باوجود اس کے تائی یعنی حضرت مسیح موعودؑ کے بڑے بھائی کی بیوہ اپنی مرضی کے خلاف کسی کو اور کسی بات کو برداشت کرنے کی عادی نہ تھیں۔ اور ہر ایک کے بارے میں کچھ نہ کچھ کہتی رہتی تھیں اور اپنی عادت کے مطابق وہ حضرت اماں جانؓ کے بارے میں بھی اعتراض کے رنگ میں کچھ نہ کچھ کہتی تھیں۔ لیکن اماں جانؓ ہنس کر ٹال جاتی تھیں اور دونوں گھروں میں تعلقات اس حد تک آ گئے تھے کہ حضرت اماں جانؓ کی بڑی صاحبزادی عصمت دن کا بیشتر وقت حضور کی زوجہ اوّل کے پاس گزارتی تھیں اور انہیں بڑی اماں کہتی تھیں۔

حضرت قاضی محمد اکمل صاحبؓ کی اہلیہ استانی سکینۃ النساءؓ صاحبہ جن کو ایک لمبا عرصہ حضرت اماں جانؓ

کو دیکھنے کا موقعہ ملا حضور کے رشتہ دار جو حضور کے مخالف بھی تھے کے ساتھ تعلقات کے بارہ میں لکھتی ہیں:

''حضرت اُمّ المومنین مدّ ظلّہا کا اپنے سسرال والوں سے سلوک نرمی ومحبت عزّت واحترام کا برتاؤ، اکثر مخالف مغلوں کی بیگمات نے بھی آپ کا حسن سلوک اور نیک برتاؤ دیکھ کر ہمیشہ اماں جان یا بیوی صاحبہ کر کے سراہا اور سب بیگمات مُریدوں کی طرح آپ کا عزت واحترام کرتیں''۔

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ صفحہ 395)

چنانچہ تعلقات روز بروز بہتر ہوتے رہے تا آنکہ محمدی بیگم کی پیشگوئی کے موقعہ پر حضور کے جملہ خاندان نے حضور سے تعلقات منقطع کر لیے۔صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ بھی حضرت اماں جانؓ کا خصوصی طور پر شفقت اور محبت کا سلوک ہوتا تھا۔حضرت اماں جی صغریٰ بیگم حرم حضرت خلیفۃ المسیح اوّل حضرت اماں جانؓ کے بارے میں تحریر کرتی ہیں: ''میری شادی کے وقت حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اُمّ المومنین حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے ساتھ برات میں گئے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی عمر اس وقت تقریباً چھ ماہ کی ہوگی۔شادی کے دو تین دن کے بعد حضرت اُمّ المومنین کی موجودگی میں مَیں حضرت مسیح موعودؑ سے بیعت ہوئی۔میری بیعت شہزادہ حیدر کے مکان میں ہوئی تھی۔حضرت اُمّ المومنین نے میری بیعت پر بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور مٹھائی بھی تقسیم کی۔مَیں اپنے شوہر حضرت خلیفہ اوّلؓ کے ساتھ جموں چلی گئی اور حضرت اُمّ المومنین کچھ دنوں لدھیانہ میں ہی ٹھہری رہیں کیونکہ حضرت میر ناصر نواب ان دنوں لدھیانہ میں ملازم تھے۔مَیں جب جموں سے واپس آئی تو قادیان بھی آئی۔اماں جان نے مجھے اپنے گھر اتارا۔اپنا سارا زیور اور لباس مجھے پہنایا۔مجھے ان کا یہ حسن اخلاق کبھی اور کسی وقت نہیں بھولتا۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اُمّ المومنین سیالکوٹ تشریف لے گئے۔میر حسام الدین صاحب کے مکان پر اترے ہوئے تھے اور مَیں ان دنوں مولوی صاحبؓ کے پاس جموں میں تھی۔حضرت اُمّ المومنین نے بھاگ بھری نائن کو میرے لئے بہت سے تحفے اور کپڑے دے کر جموں بھیجا کہ مجھے وہاں سے بُلا لائے۔مگر حضرت خلیفہ اوّلؓ ان ایام میں کشمیر گئے ہوئے تھے اس لئے مَیں حاضر نہ ہو سکی۔حضرت اُمّ المومنین نے جس نگاہ سے مجھ کو پہلے دن دیکھا اسی نگاہ سے آج تک دیکھتی ہیں اور ہمیشہ بڑی بہو کے لقب سے پکارا۔نیک اور مادرانہ سلوک فرمایا۔مجھے ہر تنگی اور ترشی میں اپنے پاس رکھا کبھی اپنے سے جدا نہیں کیا۔چنانچہ اب تک حضرت اماں جان میرے پاس خود تشریف لاتی ہیں اور باوجود بیماری کے میرا احساس رکھتی ہیں۔

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ صفحہ 287)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ اور ان کے صاحبزادے محمود عرفانی صاحب نے حضرت اماں جانؓ کی سیرت میں بہت سے واقعات جمع کر دیئے ہیں جن سے آپ کے صحابہ حضرت مسیح موعودؑ سے سلوک کا پتہ چلتا ہے کہ آپ کے دل میں ان کے لئے کس قدر شفقت اور محبت تھی۔قادیان میں آپ احمدی گھرانوں اور خاص کر صحابہ کرام کے گھروں میں جاتی رہتی تھیں اور ان کے حالات سے آگاہی حاصل کرتیں۔اور ان کے دکھ درد اور خوشی میں شریک ہوتی تھیں۔بالکل اسی طرح جیسے ایک ماں اپنے بچوں کے دکھ درد اور خوشیوں میں شریک ہوتی اور ان کے غم پر تکلیف اور خوشی کے موقعہ پر خوش ہوتی ہے۔یہ بات صرف قادیان میں بسنے والے صحابہ تک محدود نہ تھی بلکہ قادیان سے باہر بھی جہاں آپ تشریف لے جاتیں وہاں آباد صحابہ کرام یا ان کے بیوی بچوں کے گھروں میں ضرور تشریف لے جاتی تھیں۔چنانچہ میاں غلام محمد اختر صاحب لاہور میں رہائش پذیر تھے اور کئی دفعہ حضرت اماں جانؓ لاہور ان کے گھر ٹھہرتی تھیں۔وہ تحریر کرتے ہیں:

''ایک خاص وصف جو میرے مطالعہ میں آیا وہ یہ ہے کہ جب کبھی بھی آپ قادیان سے باہر تشریف لے جاتی ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے گھر والوں سے بھی ضرور ملاقات فرماتی ہیں۔واپسی پر خواہ چند لمحوں کے لیے ہی ہو سب کے گھر خواہ عرف عام کے لحاظ سے غریب ہوں یا امیر اپنے ملاقاتیوں سے ملتی ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے گھر والوں سے خاص طور پر محبت رکھتی ہیں''۔

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ صفحہ 444)

بقیہ از صفحہ 14

ہیں کہ ان میں مغز رہتا ہی نہیں اور مرغی کے ہوائی انڈوں کی طرح جن میں نہ زردی ہوتی ہے نہ سفیدی، جو کسی کام نہیں آ سکتے اور ردّی کی طرح پھینک دیئے جاتے ہیں۔ہاں ایک دو منٹ تک کسی بچے کے کھیل کا ذریعہ ہو تو ہو۔اسی طرح پر وہ انسان جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اگر وہ ان دونوں باتوں کا مغز اپنے اندر نہیں رکھتا تو اسے ڈرنا چاہئے کہ ایک وقت آتا ہے کہ وہ اس ہوائی انڈے کی طرح ذرا سی چوٹ سے چکنا چور ہو کر پھینک دیا جائے گا''۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 167، مطبوعہ انگلستان۔ایڈیشن 1985ء)

فرمایا ''اسی طرح جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اس کو ٹٹولنا چاہئے کہ کیا میں چھلکا ہی ہوں یا مغز؟ جب تک مغز پیدا نہ ہو ایمان، محبت، اطاعت، بیعت، اعتقاد، مریدی، اسلام کا مدعی سچا مدعی نہیں ہے۔یاد رکھو کہ یہ سچی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور مغز کے سوا چھلکے کی کچھ بھی قیمت نہیں۔خوب یاد رکھو کہ معلوم نہیں موت کس وقت آجاوے لیکن یہ یقینی امر ہے کہ موت ضرور ہے۔پس نرے دعویٰ پر ہرگز کفایت نہ کرو اور خوش نہ ہو جاؤ۔وہ ہرگز ہرگز فائدہ رساں چیز نہیں۔جب تک انسان اپنے آپ پر بہت موتیں وارد نہ کرے اور بہت سی تبدیلیوں اور انقلابات میں سے ہو کر نہ نکلے وہ انسانیت کے اصل مقصد کو نہیں پا سکتا''۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 167، مطبوعہ انگلستان۔ایڈیشن 1985ء)

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم اپنی زندگیوں کو آپؑ کی خواہش کے مطابق ڈھالنے والے ہوں اور ہمارے قدم ہر آن نیکیوں کی طرف بڑھنے والے قدم ہوں۔ہم حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کو ضائع کرنے والے نہ ہوں بلکہ ہمیشہ ان دعاؤں کا وارث بنیں جو آپؑ نے اپنی جماعت کے لئے کی ہیں۔اس دعا کے ساتھ میں آپ سب کو نئے سال کی مبارکباد دیتا ہوں۔اللہ تعالیٰ اس سال کو ہمارے لئے ذاتی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی بیشمار برکات کا باعث بنائے۔(خطبات مسرور جلد 14 صفحہ 1 تا 16)

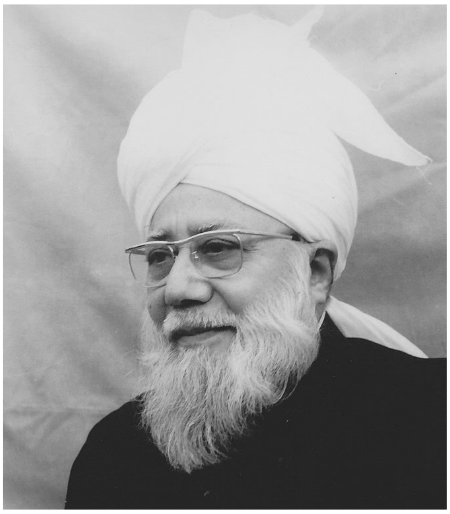

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

زمانہ طالب علمی کے دوران

جرمنی میں

تحقیق و ترتیب: مکرم اویس احمد نوید صاحب و مکرم محمد لقمان مجوکہ صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جب (1934ء تا1938ء) انگلستان میں زیر تعلیم تھے، اُس دوران آپ متعدد بار جرمنی تشریف لاتے رہے۔ان سفروں کے دوران آپ نے بعض اوقات یہاں لمبا قیام بھی فرمایا کیونکہ آپؒ نے جرمن زبان سیکھنے کے لئے یہاں سکول میں داخلہ بھی لیا[1] اور ایک بار آپ کے ٹانسلز[2] کا آپریشن بھی یہاں ہوا۔آپ کی جرمنی کے حوالہ سے سب سے اہم یاد یہ ہے کہ آپ نے اپنے وقفِ زندگی کا خط جرمنی کے ہی ایک سفر کے دوران تحریر فرما کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں بھجوایا۔یہ خط اور اس کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے تحریر فرمودہ خط کا متن حسب ذیل ہے[3]:

''سیّدی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے کہ حضور ہر طرح سے خیریت سے ہوں گے۔ میرے حلق میں تکلیف بدستور ہے۔ دعا کی درخواست ہے۔اللہ تعالیٰ رحم فرماوے، آمین۔

ایک طرف حضور کے خطبات منافقین کے متعلق نظر سے گزرے دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اقتباس پڑھنے کا اتفاق ہوا۔کہیں آپ فرماتے ہیں کہ میری نظر ان غریبوں پر ہے جو نہ بی اے بننا چاہتے ہوں اور نہ ایم۔اے بلکہ نیک انسان اور خادمِ دین۔دل پر بہت گہرا اثر ہوا۔اور اِن دنوں میں میرا دل جن خیالات، جن جذبات کی آماجگاہ رہا ہے۔نہ ممکن ہے نہ ہی ادب اجازت دیتا ہے۔مختصراً گزارش ہے کہ میرا خیال تھا کہ جماعت میں منافقین گنتی کے چند آدمیوں سے زیادہ نہ ہوں گے مگر حضور کے خطبہ سے ان کی تعداد زیادہ معلوم دیتی ہے۔بہت سے کمزور لوگ، بہت سے جاہل اور ناسمجھ اپنی بیوقوفی کی وجہ سے ان منافقین کے کہے کہائے ایسے کام کر گزرتے ہیں جو منافقین کا شیوہ ہے۔اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دے۔خصوصاً ان ایام میں جبکہ جماعت خاص حالات میں سے گزر رہی ہے وہی چیزیں جو مخلصین کے دلوں کو شکریہ اور محبّت کے جذبات سے بھر دیتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دین کی خدمت کا شرف بخشا۔آخر وہ مال اسی کا ہے جس کو دین کی راہ میں خرچ کر کے ہم یہ ثواب حاصل کرتے ہیں۔آخر یہ جان اس کی دی ہوئی ہے کہ جو اس کی راہ میں خرچ کی جائے تو اس کے قُرب کا موجب ہوتی ہے۔گھر سے تو کچھ نہ لائے۔حقیقت تو یہی ہے کہ انسان سب کچھ دے کر بھی شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔کجا یہ کہ دین پر کسی قسم کا احسان رکھے۔یہ تو محض اس کا فضل ہے کہ وہ بندہ نوازی سے ان چیزوں کو قبولیت کا فخر بخشتا ہے۔مگر یہی چیزیں کمزوروں اور ناسمجھوں کے لیے بار ہو جاتی ہیں۔اور ٹھوکر کا موجب۔اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔خیر جو کچھ بھی ہے۔جماعت ان حالات میں گزر رہی ہے کہ جو حالات عظیم الشان قربانی کا مطالبہ کر رہے ہیں اگر اسے قربانی کہا جا سکتا ہے۔بہت سے نوجوان ہیں جنہوں نے اس راز کو سمجھا اور آج دنیا کے کونوں میں احمدیت کی آواز پہنچا رہے ہیں۔بہتوں نے اس حقیقت کو پہچانا۔اور آج مرکز میں وہ مشغول کار ہیں۔مگر بہت سے میرے جیسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ

یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا
ہم محوِ نالہ جرسِ کارواں رہے

اپنی غفلتوں اور کوتاہیوں پر بیٹھے آنسو بہا رہے ہیں اور کر کچھ نہیں سکتے۔اس لیے مَیں حضور کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر حضور مناسب فرماویں تو بندہ ہمیشہ کی طرح اب بھی فوراً خدمتِ سلسلہ کے لیے حاضر ہے۔بی۔اے اور ایم۔اے بننے کا مجھے کبھی بھی شوق نہیں ہوا اور خدا تعالیٰ شاہد ہے۔گو اس کا اظہار پہلے نہ ہو سکا اور گو بعض اور خیالات نے اس طرف مجبور کیا۔گو وقف کنندہ ہوں مگر پھر دوبارہ اپنے کو حضور کے سامنے پیش کرتا ہوں۔بندہ اسی وقت سے خدمت احمدیت کے لیے حاضر ہے۔اور سلسلہ کی غلامی کو سب عزّتوں سے معزّز سمجھتا ہے اور سلسلہ کی خدمت سے علیحدہ رہتے ہوئے اپنی زندگی کو خالی اور فضول پاتا ہوں۔وما توفیقی الا باللہ۔

فقط۔خاکسار، مرزا ناصر احمد''

حضرت مصلح موعودؓ کو اِس خط سے جو راحت اور خوشی پہنچی اُس کا اظہار آپ نے اپنے ایک خط میں فرمایا جس کا ایک حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے[4]۔

''پیارے ناصر احمد! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

تمہارا ایک خط تو پہلی دفعہ ملا تھا اور دو اب۔ مَیں نے پہلے خط کا جواب بھی اب تک نہیں دیا کیونکہ اس وقت میرے جذبات بہت متاثر تھے اور مَیں فوراً جواب دینے کے قابل نہ تھا۔اللہ تعالیٰ تمہارے ارادہ میں برکت

1- روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ 27 جولائی 1967ء صفحہ 2
2- خطبات ناصر جلد 4 صفحہ 232
3- حیات ناصر جلد اول صفحہ 106
4- اس خط کا عکس سوانح فضل عمر جلد پنجم میں شائع ہو چکا ہے۔

ڈالے۔ مَیں خود اس بارہ میں باوجود شدید احساس کے کچھ کہنا پسند نہیں کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا تھا کہ وہ خود ہی تم کو نیک ارادہ کی توفیق دے کیونکہ میرے نزدیک میری تحریک پر تمہارے ارادے کو بدلنا تمہارے ثواب کو ضائع کر دیتا۔ سو الحمدللہ کہ تمہارا دل اس طرف متوجہ ہوا۔ مجھے سخت افسوس آتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تعلق کی عظیم الشان نعمت کی ہمارے خاندان نے قدر نہیں کی۔ ہمارے نوجوانوں کے اعمال اور احساس اُس مقام سے بالکل مختلف ہیں جو اُنہیں خدا تعالیٰ نے بخشا تھا۔ اگر دنیا کی ہر تکلیف کا شکار ہو کر بھی اس مقام کے وقار کو قائم رکھنے کی کوشش کرتے تو یہ احسانِ الٰہی کا بدلہ نہیں ہو سکتا... جو خدا تعالیٰ کے لیے ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ خود اس کا کفیل ہو جاتا ہے... ہمارا خدا زندہ خدا ہے جو سچ مچ اس کے لیے موت قبول کر لیتا ہے بشرطیکہ وہ موت سچی ہو، بشرطیکہ انسان اپنے نفس کو اس کے لیے بالکل مار دے، بشرطیکہ وہ ماسوی اللہ سے باوجود دنیا میں بسنے کے آزاد ہو جائے اور خدا تعالیٰ کے معاملہ میں اور سلسلہ کے معاملہ میں اس کے کسی رشتہ دار کا خواہ اس سے کس قدر ہی محبت ہو۔ اور کسی دوست کا خواہ اس کا اس پر کس قدر ہی اثر ہو اور کسی اَور غرض کا خواہ وہ کس قدر ہی پیاری ہو اس پر کوئی اثر نہ ہو۔

یہ راستہ ہے جو ہمارے خاندان کے لیے اللہ تعالیٰ نے تجویز کیا ہے۔ بغیر اپنے مٹا دینے کے اسلام آج کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اسلام کا سوال کھیل نہیں کہ یوں ہی طے ہو جائے وہ ایک ایسا مشکل کام ہے کہ اس سے پہلے اس قدر مشکل کام کبھی دنیا کو پیش نہیں آیا۔ اس کے لیے دیوانوں کی ضرورت ہے۔ اسی زندگی میں موت کو قبول کر لینے والوں کی ضرورت ہے اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اس بارہ میں ہمارے خاندان پر نظر رکھتا ہے... یہ راستہ ہے جو سچا راستہ ہے اسی کی نسبت خدا تعالیٰ کا الہام فرماتا ہے کہ۔

اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

یہ عالی مقام تمہارے لیے، ہر فردِ خاندان کے لیے اور ہر مخلص احمدی کے لیے ممکن الحصول ہے اگر دیکھنے والی آنکھیں ہوں اور اگر سننے والے کان ہوں اور اگر سوچنے والا دل ہو۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ۔

کالج کے متعلق جو تم نے دریافت کیا ہے میرا خیال ہے کہ جرمن زبان بہتر رہے گی کیونکہ فرانسیسی پڑھنے کے سامان ہندوستان میں کالج کے باہر بھی کافی ہیں۔

والسلام، مرزا محمود احمد[5]''

5- حیات ناصر صفحہ 106 تا 109

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان سفروں کے دوران جرمن قوم کے مزاج اور خوبیوں کا بھی گہرائی سے مطالعہ کیا، آپؒ فرماتے ہیں: ''مَیں جب پڑھا کرتا تھا تو ایک دفعہ مَیں جرمنی میں سفر کر رہا تھا، اُس زمانے میں ہٹلر کی حکومت تھی جو کہ بڑا سخت ڈکٹیٹر تھا وہاں مجھے کسی سے یہ علم ہوا کہ اگر رات کو آٹھ بجے کے بعد کوئی گھر والا زیادہ اونچی آواز سے ریڈیو چلائے تو اگر اس کا ہمسایہ یہ شکایت کر دے کہ اس نے مجھے سونے نہیں دیا اور میرے آرام میں مخل ہوا ہے تو قانون فوراً حرکت میں آجاتا ہے اور اگلے دن صبح پولیس پہنچ جاتی ہے۔ غرض دوسروں کا خیال رکھنا قانون اور معاشرہ کی طرف سے ذمہ داری ہے[6]''۔

اسی طرح جرمن قوم کی ایک اور صفت بیان کرتے ہوئے حضورؒ فرماتے ہیں: ''ساری انسانی تاریخ دیکھ لیں کہیں بھی دنیوی عزت ہمیں پائیدار نظر نہیں آتی۔ بڑے بڑے لوگ ہوئے مثلاً ہٹلر جیسا آدمی جس کے نام سے دنیا کانپ اٹھتی تھی وہ کہاں گیا؟ اب بھی مَیں وہاں (یعنی جرمنی۔ ناقل) گیا ہوں اُس زمانے میں بھی جایا کرتا تھا۔ اُس کے ساتھ لوگوں کی محبت کے نظارے بھی مَیں نے دیکھے ہیں۔ ایک دفعہ ہم ایک پرانے ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے تھے اتفاقاً ہٹلر

6- خطبات ناصر جلد 6 صفحہ 480

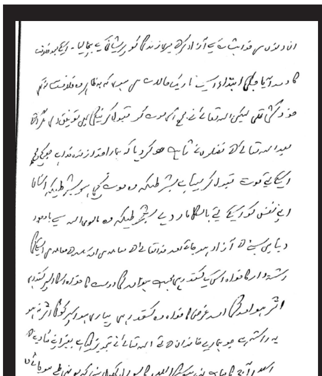
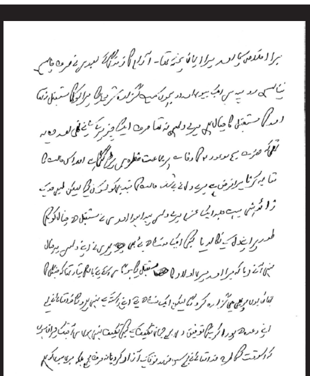
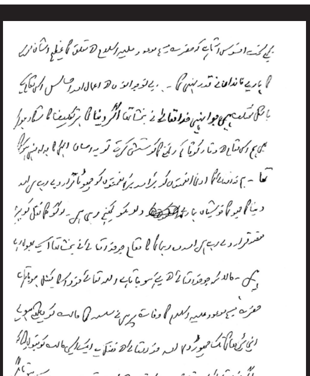
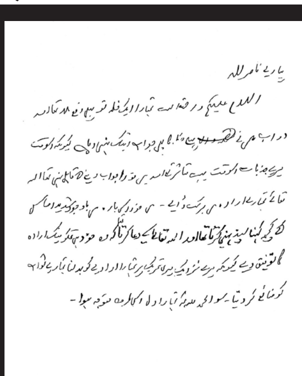
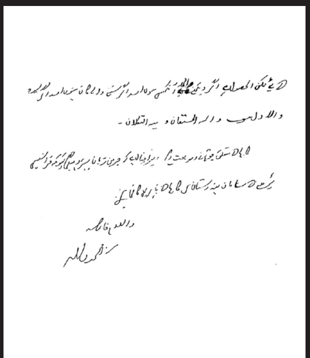
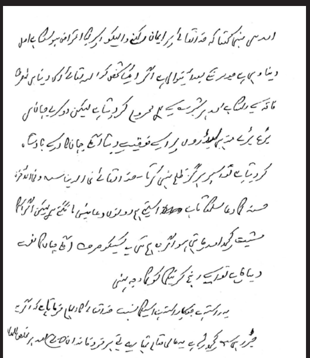
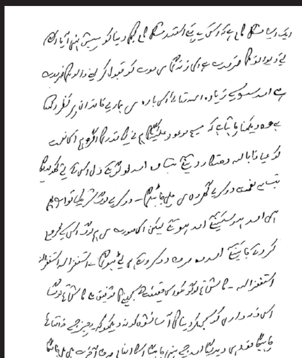

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے وقفِ زندگی کے حوالہ سے لکھے گئے خط کے جواب میں حضرت مصلح موعودؓ کے تحریر کردہ خط کا عکس جس میں آپؓ نے کالج میں جرمن زبان سیکھنے کے حوالہ سے بھی راہنمائی فرمائی۔

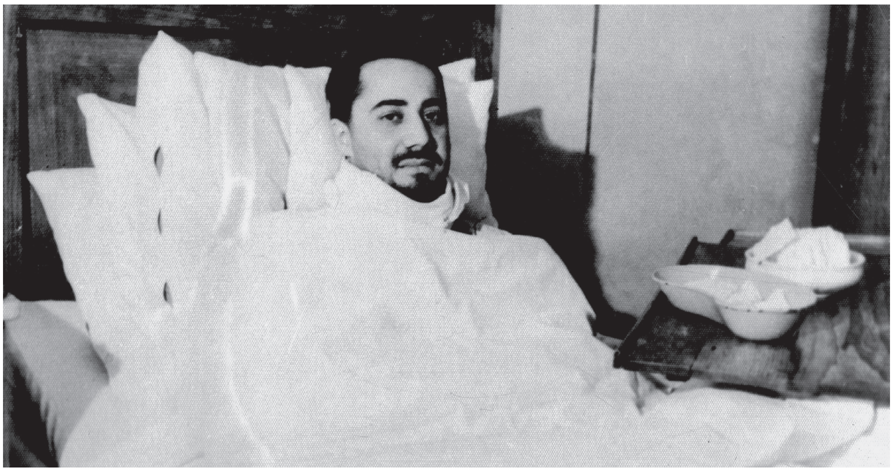

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) ٹانسلز کے آپریشن کے بعد جرمنی کے ہسپتال میں (موسم سرما 1936ء)

بھی اپنی پارٹی کے بعض لوگوں کے ساتھ وہیں ایک کونے میں بیٹھا تھا۔ وہاں عموماً یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی میز کے اردگرد کوئی کرسی خالی پڑی ہو تو جان پہچان نہ ہونے کے باوجود اُس پر کوئی اور آدمی آکر بیٹھ جاتا ہے۔ ہماری میز پر ایک عورت آکر بیٹھی جسے ہٹلر سے اس طرح کا پیار تھا جس طرح واقعی ابناء سے پیار ہوتا ہے۔ وہ کہنے لگی ہمارا تو دل کرتا ہے کہ دشمن ہماری بوٹی بوٹی نوچ کرلے جائے مگر ہٹلر کو کچھ نہ ہو۔ پس اس کے لئے قوم کا پیار بھی دیکھا اور اب جب ہم گئے ہیں تو اسی قوم کو ہٹلر کو گالیاں دیتے بھی سنا،،[7]۔

جرمنی کے انہی سفروں کے دوران اپنے ٹانسلز کے ہونے والے آپریشن کا آپؒ نے ایک مرتبہ یوں ذکر فرمایا: ’’جرمنی میں ایک بوڑھے ڈاکٹر تھے جنہوں نے آپریشن کر کے میرے گلے سے غدود نکالے تھے اور یہ غالباً 36ء کی سردیوں کی بات ہے۔ مَیں حیران ہو گیا۔ اُنہوں نے اتنے امیر ملک میں اپنی فیس صرف دو روپے رکھی ہوئی تھی مگر اِن ساٹھ روپے فیس لینے والے ظالم ڈاکٹروں سے وہ زیادہ کما رہے تھے۔ کیونکہ وہ خدمتِ خلق کے جذبہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل کو زیادہ حاصل کر رہے تھے۔ ان ساٹھ روپے فیس لینے والے ڈاکٹروں کے پاس تو دو تین مریض آتے ہیں۔ مگر ان کے پاس روزانہ سو، دو سو مریض آتے تھے اور اس طرح روزانہ 3، 4 سو مارک کی کمائی تھی،،[8]۔ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ آپ کا Pain Threshold یعنی درد برداشت کرنے کی سکت

7- خطبات ناصر جلد 3 صفحہ 321، 322
8- خطبات ناصر جلد 4 صفحہ 232

بہت اونچی تھی، چنانچہ آپ نے یہ آپریشن ڈاکٹرز کے اصرار کے باوجود بے ہوش ہوئے بغیر کرایا[9]۔

علاوہ ازیں ان سفروں میں بعض شخصیات سے ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ محترم مرزا فرید احمد صاحب نے بتایا کہ انہی میں سے ایک جرمن صنعت کار Joachim von zur Gathen تھے جو کولون کے نزدیکی شہر Solingen میں رہتے تھے اور ان کا وہاں کٹلری (Cutlery) کا کاروبار تھا، ان کے ساتھ دوستی کا ایسا تعلق بنا جو آخر عمر تک رہا۔ حضورؒ کے اس دوست کا مختصر تعارف درج ذیل ہے: موصوف 14 نومبر 1916ء کو Solingen میں ایک کاروباری گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد Carl von zur Gathen زولینگن کے ایک مشہور تاجر تھے، جو خاندانی کاروبار چلاتے تھے۔ یہ کاروبار ان کے والد نے Wilhelm von zur Gathen GmbH کے نام سے شروع کیا تھا۔ یہ کٹلری کا سامان سپین اور جنوبی امریکہ میں برآمد کرتے تھے۔ Joachim کی والدہ کا تعلق سپین سے تھا۔ اسی وجہ سے خاندان میں جرمن کے ساتھ ساتھ ہسپانوی زبان بھی بولی جاتی تھی۔ غرض یہ خاندان کئی ملکوں میں پھیلا ہوا تھا جس میں سپین، انگلستان اور جنوبی امریکہ بھی شامل ہیں۔ Joachim نے 1927-1936ء زولنگن کے ایک سکول سے ثانوی تعلیم حاصل کی۔ اس دوران انہوں نے مزید زبانیں سیکھیں جن میں پرتگالی، اطالوی، فرانسیسی، انگریزی، قدیم یونانی اور لاطینی شامل تھیں۔ جنگ عظیم دوم کے آغاز کے بعد 1940ء میں انہیں

9- ماہنامہ مصباح جون، جولائی 2008ء صفحہ 264

زبردستی فوج میں بھرتی کر لیا گیا اور ایک اینٹی ایئر کرافٹ گن کی تربیت کے بعد بطور فوجی تعیناتی ہو گئی۔ اسی دوران جرمن فضائیہ نے مختلف زبانوں کے ترجمانوں کی ایک علیحدہ ٹیم بنائی جس میں Joachim کو ان کی زبان دانی کی وجہ سے شامل کر لیا گیا۔ اس طرح ان کو فضائیہ کے مرکزی دفتر میں تعینات کر دیا گیا جبکہ ان کے باقی ساتھی روس کے محاذ پر بھیج دیئے گئے جہاں وہ سب مارے گئے۔ موصوف کا کام فضائیہ کے اہلکاروں کو زبانیں سکھانے کے علاوہ مختلف زبانوں میں موصول ہونے والی ڈاک کا ترجمہ کر کے افسران بالا کو پیش کرنا تھا۔ اس طرح وہ کئی خفیہ رپورٹس بھی دیکھتے تھے۔ 1945ء میں جنگ کے آخری دنوں میں موصوف کو Potsdam میں موجود فضائیہ کے ہیڈ کوارٹر بھیجا گیا تاکہ وہ وہاں سے ریکارڈ کو نکال کر فضائیہ کے نئے ہیڈ کوارٹر میں منتقل کر دیں۔ برلن اس وقت روسی فوج کے گھیرے میں آنے والا تھا۔ واپسی پر Joachim کو Erfurt کے

Joachim von zur Gathen

قریب امریکی افواج نے گرفتار کر لیا۔ چونکہ موصوف جرمن فضائیہ کے خفیہ ادارے میں کام کرتے تھے اس لیے انہیں تفتیش کی غرض سے فوراً انگلستان منتقل کر دیا گیا۔ اسی قید کے دوران ان کے ایک انگریز رشتہ دار جو انگریزی فوج کے افسر تھے کی ضمانت پر دن کے وقت قیدی کیمپ سے باہر جانے کی اجازت ملی۔ شام کو انہیں کیمپ میں واپس آنا ہوتا تھا۔ مختلف دستاویزات سے معلوم ہوتا ہے کہ Joachim نے قید میں پوچھ گچھ کے دوران فضائیہ میں اپنے کام کی تفصیل بتائی اور مختلف قسم کی معلومات فراہم کیں، جس کی وجہ سے انہیں نازی حکومت کے اہلکاران کے خلاف نیورنبرگ

کی مشہورِ زمانہ عدالتی کارروائی میں بطور گواہ پیش کیا گیا۔

1948ء میں موصوف نے Lotte Giesen نامی خاتون سے شادی کی جس سے ان کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے جو اس وقت حیات ہیں۔ 1931ء میں Joachim کے والد کی وفات کے بعد ان کی والدہ نے خاندانی کاروبار سنبھال لیا تھا جسے وہ 1958ء میں اپنی وفات تک کامیابی سے چلاتی رہیں۔ 1958ء کے بعد یہ کاروبار Joachim اور ان کے باقی تینوں بھائیوں نے آگے چلایا۔ Joachim کی وفات 2006ء میں ہوئی[10]۔

ان کے چھوٹے بیٹے Joachim (ساکن بون) نے بتایا کہ ان کے والدین اپنی عمر کے آخری حصہ میں اپنے خاندانی مکان کو بیچ کر ایک چھوٹے فلیٹ میں چلے گئے تھے جس کی وجہ اتنے بڑے گھر کی دیکھ بھال میں دشواری تھی۔ اس دوران ان کی بڑی لائبریری بھی کافی حد تک ضائع ہو گئی جس میں Joachim کی پرانی دستاویزات وغیرہ شامل تھیں۔ جبکہ کاروبار کا کچھ پرانا ریکارڈ شہر زولنگن کے آرکائیو میں دے دیا گیا جو وہاں پر اب بھی موجود ہے۔ کاروبار بھی 1970ء کی دہائی میں بیچ دیا گیا تھا۔ Joachim کے مذکورہ بالا بیٹے ریاضیات اور کمپیوٹر سائنس کے پروفیسر ہیں جو مختلف یونیورسٹیز میں تحقیق کرتے اور پڑھاتے رہے ہیں اور آخر میں بون کی یونیورسٹی میں کام کرتے رہے ہیں جہاں سے اب وہ ریٹائر ہو چکے ہیں اور بون میں ہی مقیم ہیں، جبکہ دوسرے بیٹے برلن میں مقیم ہیں۔ اپنے اس جرمن دوست کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

''آپ ہمت کر کے دس، پندرہ ہیں، سو، دوسو ان کے ساتھ، افریقہ، امریکہ دوسرے ملکوں کے لوگ ہیں، دوستیاں کریں قائم۔ خط لکھا کریں۔ مجھے تو ایک مسافر گاڑی میں مل گیا تھا جب میں پڑھا کرتا تھا جرمنی میں۔ تو کہتا کہ خط لکھو۔ میں نے کہا ہاں ہر پندرہ دن کے بعد ایک دوسرے کو خط لکھیں گے۔ یعنی ہر ہفتے ایک ہفتہ وہ لکھے گا۔ اگلے ہفتے میں جواب دوں گا یا اس سے اگلے ہفتے وہ لکھے گا پھر میں۔ اس طرح اور اب تک وہ اتنا پیار کرنے والا دوست بن گیا صرف امتحان دینے کے لئے اور انگریزی سیکھنے کے لئے یہ خط و کتابت شروع ہوئی تھی کہ اثر قبول کرتا ہے تو اس کی بیوی فرید احمد کو پوچھنے لگی کہ میرے میاں سے حضرت صاحب نے (میرا کہا کہ انہوں نے) کوئی باتیں تو نہیں اس قسم کی کیں۔ کیونکہ جب سے مل کے آیا ہے مجھے کہتا ہے کہ باہر نہ پھرا کرو، ننگے سر نہ پھرا کرو، یہ نہ کیا کرو، وہ نہ کیا کرو وہ اثر قبول کر کے تو اپنے گھر میں اس کو بعض باتوں کو رائج کرنے کی طرف مائل ہو گیا''[11]۔

حضورؒ کے ساتھ اس دوست کا تعلق آخر عمر تک رہا، چنانچہ موصوف حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے جرمنی کے دوروں کے دوران حضورؒ سے ملاقات کے لئے آتے رہتے تھے۔ حضورؒ 1978ء میں جرمنی تشریف لائے تو وہ حضورؒ سے ملنے فرانکفرٹ حاضر ہوئے، دورہ کی رپورٹ میں محترم یوسف سلیم ملک صاحب شاہد لکھتے ہیں:

''13 اگست صبح گیارہ بجے انفرادی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ ان میں زیادہ احباب اپنی اپنی فیملی کے ساتھ حضور کی ملاقات سے مشرف ہوئے۔ انفرادی ملاقات کرنے والوں میں حضور کے ایک جرمن دوست بھی شامل تھے جن سے پرانی یادیں تازہ کیں۔ انگلستان میں طالب علمی کے زمانہ میں حضور گرمیوں کی چھٹیوں میں ایک دفعہ جرمنی تشریف لے گئے تو ریل گاڑی میں سفر کرتے ہوئے ان سے شناسائی ہوئی جو بعد میں دوستانہ رشتے میں بدل گئی اور اب تک قائم ہے۔ جنگ عظیم دوم سے پہلے یہ دوست زولنگن کے ایک اچھے خاصے صنعت کار اور کروڑ پتی تھے۔ جنگ میں ان کا سارا کاروبار تباہ ہو گیا لیکن تنگی اور تکلیف کا زمانہ بڑی خودداری سے بسر کیا''[12]۔

جب حضورؒ آخری مرتبہ 1980ء میں جرمنی تشریف لائے تو اس وقت بھی موصوف اپنے بیٹے کے ہمراہ ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ اس ملاقات کا ذکر محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی نے دورہ مغرب میں یوں کیا ہے:

''(18 جولائی) بوقت سہ پہر حضور ایدہ اللہ کے انگلستان میں زمانہ طالب علمی کے ایک قدیم دوست مسٹر یوخیم (Herr Joachim) اور ان کے صاحبزادے جو ایک کامیاب صنعت کار ہیں، تشریف لے آئے۔ انہوں نے حضور سے ملاقات کی جو اڑھائی گھنٹہ تک جاری رہی''[13]۔

حضورؒ کے اس دوست کے بارے میں محترم مرزا فرید احمد صاحب نے بتایا کہ موصوف حضورؒ کے بہت بے تکلف دوست تھے، ایک مرتبہ ملاقات کے لئے آئے تو کٹلری کا ایک نہایت قیمتی سیٹ لائے اور کہنے لگے کہ 5 فینی مجھے دیں، یہ سیٹ بطور تحفہ آپ کو پیش تو کرنا چاہتا ہوں لیکن اپنی روایات کے مطابق ہم کسی کو چھری کانٹے مفت نہیں دیتے۔ اس پر حضورؒ نے مسکراتے ہوئے چند سکّے اپنی جیب سے نکالے اور انہیں دیئے تو انہوں نے وہ خوبصورت قیمتی سیٹ حضور کو پیش کر دیا۔ اسی طرح محترم مرزا فرید احمد صاحب نے بتایا کہ حضورؒ کی وفات کے بعد 1982ء میں جب جرمنی آیا تو حضورؒ کے دوست سے ملنے ان کے گھر گیا تو موصوف گھر سے باہر نکل کر ملے اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگ گئے۔ اس طرح سے حضورؒ کے ساتھ اپنی محبّت اور دیرینہ تعلق کا اظہار کیا۔ حضورؒ کے اس دوست کی تلاش ان کے آبائی شہر زولنگن میں کی گئی مگر کچھ پتہ نہ چل سکا۔ اسی دوران میں محترم مرزا فرید احمد صاحب نے بتایا کہ ان کا ایک بیٹا ٹورانٹو یونیورسٹی میں ریاضی کا پروفیسر تھا اور 1981ء میں جب آپ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے تحت دورہ کے دوران جرمنی سے کینیڈا جا رہے تھے تو ان کے والد نے ان کا پتہ دے کر کہا تھا کہ اسے جا کر ملنا۔ چنانچہ میں ٹورانٹو میں ان سے ملا بھی تھا، محترم مرزا فرید احمد صاحب کی اس نشاندہی پر ان صاحب کی تلاش کی گئی تو ان کا سراغ مل گیا۔ رابطہ کرنے پر انہوں نے بتایا کہ وہ وہی ہیں جن کی ہمیں تلاش ہے۔ انہوں نے اس رابطہ پر حیرت کے ساتھ ساتھ نہایت درجہ خوشی کا بھی اظہار کیا اور اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ ان کی دعوت پر مؤرخہ 21 اکتوبر 2025ء کو تاریخ کمیٹی جرمنی کے ممبران (مکرم محمد لقمان مجوکہ صاحب، مکرم اویس احمد نوید صاحب اور مکرم مولانا محمد الیاس منیر صاحب) Bonn شہر میں واقع ان کے گھر گئے۔ موصوف نے اپنی

10- Fliegerschicksale im 2. Weltkrieg Heft 7. Die Terrorflieger-Akte des Luftwaffen-Führungsstabes. Bernd Schmidt, Traugott Vitz

11- خطابات ناصر جلد 2 صفحہ 541، 542

12- الفضل ربوہ، 31 اکتوبر 1978ء صفحہ 5

13- دورہ مغرب صفحہ 136

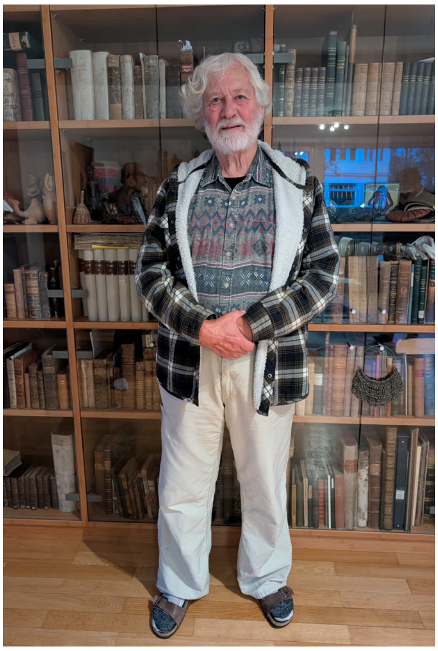

Joachim von zur Gathen
اپنی رہائش گاہ میں (21 اکتوبر 2025ء)

اہلیہ کے ہمراہ ہمارا پر تپاک استقبال کیا اور اڑھائی گھنٹے تک ہمارے ساتھ گفتگو کی۔ انہوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ اب وہ 75 سال کے ہو گئے ہیں اور ریٹائرڈ زندگی گزار رہے ہیں۔ تاہم ابھی تک بون یونیورسٹی میں ان کا دفتر موجود ہے جہاں وہ گاہے گاہے کچھ وقت کے لیے جاتے رہتے ہیں۔ انہوں نے مزید بتایا کہ ان کے ایک اَور بھائی ہیں جو اس وقت برلن میں رہتے ہیں اور وہ میرے والد کے زیادہ قریب رہے ہیں۔

موصوف نے اپنے والد کی حضورؒ کے ساتھ دوستی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ان کے والد حضورؒ کا بہت ذکر کیا کرتے تھے، ان کی بہت سی باتیں ہمیں سنایا کرتے تھے، انہی میں سے ایک یہ ہے کہ جنگ عظیم دوم کے دوران میرے والد برطانوی فوجوں کی قید میں چلے گئے تھے۔ اس دوران ایک روز مرزا ناصر احمد صاحبؒ ان کی کال کوٹھری میں آئے اور ان کے ہاتھ میں ایک جائے نماز تھا، انہوں نے اس کمرے میں نماز ادا کی، جس کے بعد ان کی مشکلات کم ہونی شروع ہوگئیں[14]۔ ان سے جب پوچھا گیا کہ آپ کے والد نے حضورؒ کی خدمت میں کٹلری کا سیٹ پیش کرتے ہوئے چند سینٹ کا مطالبہ کیا تھا، اس بارہ میں آپ کو کچھ علم ہے؟ تو موصوف نے لاعلمی کا اظہار کیا تاہم مسکراتے ہوئے اس خاندانی اور کاروباری روایت کی توثیق کی کہ واقعی یہ چیزیں بغیر قیمت نہیں دی جاتی تھیں۔

14- اس واقعہ کے بارے جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ کس سال کی بات ہے تو انہوں نے کہا کہ غالباً 1946ء کی ہے۔ اس پر تعجب ہوا کہ حضورؒ تو 1938ء میں لندن سے واپس قادیان تشریف لے گئے تھے اور پھر تین دہائیوں کے بعد لندن تشریف لائے تھے۔ ہمارا اندازہ ہے کہ یہ یقیناً ان کے والد کا خواب ہوگا۔ لیکن موصوف کا اصرار تھا کہ ان کے والد نے کبھی خواب کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ زمانہ طالب علمی کے انہی سفروں کے دوران جرمنی کے بلیک فارسٹ (Schwarzwald) کی بھی سیاحت فرما چکے ہیں۔ اس بارہ میں مکرم چوہدری محمد علی صاحب ایم اے نے حضورؒ کے دورہ جرمنی 1970ء کی رپورٹ میں لکھا ہے کہ ''Freiburg کے نواح میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر ایک قلعہ بھی ہے جہاں حضور پُرنور بطور Paying Guest رہ چکے ہیں۔ اس کا مالک ایک ایک دفعہ پوپ کو دس دس لاکھ مارک بطور نذرانہ دے دیا کرتا تھا، لیکن حضور کی طالب علمی کے زمانے میں ان لوگوں کی وہ حالت نہیں رہی تھی اور جہاں پہلے ان کے پچاس ساٹھ ملازم ہوا کرتے تھے، اب صرف پانچ چھ ملازم تھے۔ اور یہ لوگ Paying Guest رکھنے پر مجبور ہو چکے تھے''[15]۔

جرمن قوم کے بارے میں حضورؒ کا ایک رؤیا بھی قابل ذکر ہے جو آپ نے دورۂ جرمنی 1967ء کے دوران ایک مجلس عرفان منعقدہ مسجد نور فرانکفرٹ میں احباب جماعت کو سنایا اور محترم مولانا فضل الٰہی انوری صاحب مبلغ جرمنی نے اسے یوں رپورٹ کیا: ''حضورؒ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ ایک جگہ ہے وہاں ہٹلر بھی موجود ہے اور وہ حضور کو کہتا ہے کہ آئیں میں آپ کو اپنا عجائب خانہ دکھاؤں۔ چنانچہ وہ آپ کو ایک کمرہ میں لے گیا جہاں مختلف اشیاء پڑی ہیں۔ کمرہ کے وسط میں ایک پان کی شکل کا پتھر ہے جیسے دل ہوتا ہے۔ اس پتھر پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ حضور نے اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن قوم اگرچہ اوپر سے پتھر دل ہے یعنی دین سے بیگانہ نظر آتی ہے مگر اس کے دلوں میں اسلام قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہے''[16]۔

15- الفضل ربوہ 22 اپریل 1970ء صفحہ 2
16- الفضل ربوہ 10 اگست 1967ء صفحہ 4

آپ کو جرمن زبان سے ایک خاص اُنس تھا جس کا اظہار اس اَمر سے بھی ہوتا ہے کہ آپ نے زمانہ طالب علمی کے دوران جرمنی آکر یہ زبان سیکھنے کی کوشش کی تھی اور اس مقصد کے لئے میونخ کی یونیورسٹی میں داخلہ لے کر ایک کورس بھی کیا تھا، جیسا کہ آپؒ بیان فرماتے ہیں: ''ایک آپ کو زبان سیکھنے کا لطیفہ سنادوں۔ جرمن زبان ہمارے لیے بولنی آسان ہے، اس کا تلفّظ بڑا آسان ہے۔ جو حروف لکھتے ہیں، اس کے مقابلے میں آواز بھی ہے۔ فرانسیسی کی طرح نہیں ہے کہ لکھیں گے Paris (پیرس) اور بولیں گے، پاری۔ گویا لکھنے اور بولنے کا بڑا فرق ہوگیا۔ لیکن جرمن زبان میں اس طرح نہیں ہوتا۔ دوسرے جرمن زبان میں A کا ایک Pronunciation (تلفظ) ہے۔ انگریزی زبان میں غالباً تین، چار ہیں۔ ایک ہی آ بھی آتا ہے، At آئے بھی آ گیا، Able بھی آ گیا۔ یعنی اس کی Sound مختلف ہو جاتی ہے۔ جرمن زبان میں ہر Vowel کی ایک Sound ہوتی ہے۔ اس واسطے اس کی بول چال بڑی جلدی آجاتی ہے۔ ایک دفعہ چھٹیوں میں، مَیں جرمنی میں پھر رہا تھا۔ مَیں نے پندرہ دن میں اتنی زبان سیکھ لی کہ آسانی سے بات کر سکتا تھا۔ جرمن زبان کا تلفظ بھی مشکل نہیں ہے۔ اگر میں کسی سے کوئی فقرہ بول لیتا تھا تو وہ سمجھتا تھا، مجھے بڑی زبان آتی ہے۔ تو لگ پڑتا تھا اڑا کر کے بات کرنے اور مجھے کچھ سمجھ نہیں آتی تھی۔ لیکن جہاں تک زبان کے لحاظ سے اس کی علمی حیثیت کا تعلق ہے، جرمن زبان کا یہ اصول ہے کہ اس میں لفظ سے لفظ جوڑتے چلے جاتے ہیں۔ بیچ میں وقفہ نہیں ڈالتے۔ مَیں نے چند ہفتے میونخ یونیورسٹی میں غیر ملکیوں کا ایک کورس Attend کیا تھا۔ مجھے وہاں ایک پروفیسر نے کہا یہ دیکھو، ہماری زبان کا قصہ سو صفحے کا ایک لفظ ہے، جسے جوڑ جوڑ کے بنایا گیا ہے یعنی ایک لفظ کی صفحہ کے شروع سے ابتداء ہوئی اور وہ صفحہ ختم ہو گیا لیکن لفظ نہیں ختم ہوا''[17]۔

17- تحریک جدید ایک الٰہی تحریک جلد 5 صفحہ 568، 569

یوکرین کے لیے قرض کی منظوری

یورپی یونین کے لیڈروں نے یوکرین کی دفاعی اور معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے 105 ارب ڈالر کے قرضے کی منظوری دے دی ہے۔معاہدہ کے مطابق اگلے دوسالوں میں اس قرضے سے یوکرین کی دفاعی اور معاشی ضروریات پوری ہوسکیں گی۔ یوکرین کے صدر کا یہ بھی مطالبہ تھا کہ روس کے 246 ارب ڈالر کے منجمد اثاثوں کو بھی استعمال کیا جائے تاہم اس مطالبہ پر کوئی پیش رفت نہیں ہوسکی۔اس روسی اثاثہ کا بڑا حصہ بیلجیم میں ہے اور اس کی مانگی گئی ضمانتوں کو دیگر یورپی ممالک کومنظور نہ تھیں۔جرمن چانسلر فریڈرش میرس نے قرضے کی منظوری کے فیصلے کو جنگ کے خاتمہ کے بارے ایک فیصلہ کن پیغام قرار دیا ہے۔

جرمنی میں بذریعہ فون ادائیگیوں میں اضافہ

جرمنی میں خریدوفروخت کے دوران اسمارٹ فون یااسمارٹ واچ کے ذریعہ ادائیگی کے رجحان میں اضافہ ہوا ہے۔جرمن فیڈرل بینک کے مطابق گزشتہ دوسالوں میں ایسے صارفین کی تعداد میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ آن لائن شاپنگ کرتے ہوئے صارفین ڈیجیٹل ذرائع سے ادائیگیاں کرتے ہیں لیکن عام دوکانوں میں ادائیگیاں اسمارٹ فون یا اسمارٹ واچ کے ذریعہ کرنے والے صارفین کی تعداد گزشتہ دوسالوں میں تین گنا بڑھی ہے۔

چین میں زیرسمندر ٹنل کی منظوری

چین میں ایک ایسے زیرسمندر ٹنل منصوبہ کی منظوری دی گئی ہے جس کی بدولت چھ گھنٹے کا سفر محض چالیس منٹ میں طے کرنا ممکن ہوسکے گا۔ ’’بوہائی اسٹریٹ ٹنل‘‘ کے نام سے یہ منصوبہ دو متوازی سرنگوں پر مشتمل ہوگا جس میں تیزرفتار ٹرینیں چلائی جائیں گی جو چین کے دو اہم صنعتی شہروں کو ملائیں گی۔منصوبہ کے تحت ٹرینیں 150 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلائی جائیں گی۔ٹنل کی مجموعی لمبائی تقریباً 75 کلومیٹر ہے جن میں سے 56 میل حصہ سمندر کی تہہ میں تعمیر کیا جائے گا۔اس منصوبہ کی تکمیل میں 10 سے 15 برس لگ سکتے ہیں۔

جرمنی میں خواتین کی تنخواہیں کم رہنے کا سلسلہ برقرار

جرمنی بھر میں مردوں کی نسبت خواتین کی اوسطاً تنخواہیں اس سال بھی کم رہی ہیں۔ 2025ء کے دوران خواتین کو فی گھنٹہ کے حساب سے ملنی والی اجرت 22.81 یورو بنتی ہے جو کہ مردوں کو ملنے والی فی گھنٹہ اُجرت سے 4.24یورو کم ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ دوعشرے قبل مرد وخواتین کی فی گھنٹہ تنخواہ میں فرق 23 فیصد تھا۔

غزہ میں غذائی بحران

اقوام متحدہ نے خبردار کیا ہے کہ غزہ میں غذائی بحران ایک خطرناک صورت حال اختیار کرنے کو ہے۔ یونیسف کے حوالہ سے ایک خبر کے مطابق 16 لاکھ افراد سنگین حالات سے دوچار ہیں۔ادارے کے مطابق اکتوبر میں جنگ بندی کے بعد سے کسی علاقے کو بھی قحط زدہ نہیں قرار دیا جارہا لیکن ادارے نے خبردار کیا ہے کہ بڑے پیمانے پر مالی امداد نہ ملنے کی صورت میں صورت حال سنگین تر ہو سکتی ہے۔متاثرہ افراد میں ایک لاکھ سے زائد بچے اور 37 ہزار حاملہ اور مرضعہ خواتین بھی شامل ہیں۔

ایرانی جوہری پروگرام

ایرانی وزیرِخارجہ عباس عراقچی نے کہا ہے کہ ایران اپنے جوہری پروگرام کے حوالے سے منصفانہ اور متوازن معاہدے کے لیے تیار ہے، بشرطیکہ کوئی بھی معاہدہ حکم کے ذریعے مسلط کرنے کے بجائے مذاکرات کے ذریعے طے پائے۔عراقچی نے اس بات پر زور دیا کہ ایران جوہری ٹیکنالوجی کے پُرامن استعمال کے حق کو برقرار رکھتا ہے، اس حقیقت کے باوجود کہ جون کے حملوں میں اس کی جوہری تنصیبات کو شدید نقصان پہنچا تھا۔انہوں نے کہا ہم اپنے حق سے دستبردار نہیں ہو سکتے، لیکن ساتھ ہی، ہم مکمل اعتماد دینے کے لیے تیار ہیں کہ ہمارا پروگرام پُرامن ہے اور ہمیشہ پُرامن رہے گا۔

سب سخن کے جام بھرتے ہیں اِسی سرکار سے

مرتّبہ: مکرم سید سعادت احمد صاحب

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے مجالسِ عرفان اور خطوط میں دیے گئے علمی و تنظیمی سوالات کے جوابات میں سے انتخاب

☆ مجلس خدام الاحمدیہ امریکہ کے میری لینڈ ریجن کے ایک خادم نے سوال کیا کہ آج کل کے دَور میں احمدی نوجوان ہرطرف دنیاوی دلچسپیوں اور ظاہری چمک دمک سے گھرے ہوئے ہیں، ایسے تیز رفتار دَور میں جو کہ بظاہر فوری تسکین پر مبنی ہے ہم کس طرح صبر، عاجزی اور استقامت کو اپنی زندگی کا حصّہ بنا سکتے ہیں تا کہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھ سکیں اور اللہ تعالیٰ کی قربت، رضا اور رحیمیت حاصل کر سکیں؟

اس پر حضورِانور نے استفہامیہ انداز میں دریافت فرمایا کہ آپ نے ڈگری لی ہے؟ خادم کے اثبات میں جواب عرض کرنے پر حضورِانور نے دنیاوی تعلیم کی مثال کے ذریعے روحانی ترقی کے تدریجی مراحل کی بابت کوشش اور صبر کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے سمجھایا کہ آپ نے ماسٹرز ڈگری لی ہے، بیچلرز کیا ہے اور چودہ سال پہلے پڑھے ہیں۔ تو وہاں آپ نے پرائمری سکول میں پہلے سال ہی کیوں نہیں کہا کہ مَیں گریجوایشن کر لوں۔ تو اس طرح لوگوں کو سمجھاؤ کہ Ladder پر چڑھنا ہو، تو فائنل Step پر نہیں چڑھ جاتے، بلکہ آپ کو ہر ایک Step پر چڑھنا پڑتا ہے، نہیں تو اگر آپ چھلانگ مار کے چڑھنے کی کوشش کرو گے تو نیچے جا پڑو گے۔ اسی طرح روحانیت کا مقام ہے کہ جب آپ اُوپر چڑھنے کی کوشش کرو گے، ایک دَم کہو گے کہ مَیں نے دو نمازیں پڑھ لیں اور آج ولی اللہ بن جاؤں، تو اس طرح نہیں بنتے۔ اللہ تعالیٰ نے تو قرآنِ شریف میں کہا ہے کہ تم میرے راستے میں جہاد کرو، کوشش کرو، You strive hard، تو تب مَیں تمہیں کامیابی دوں گا۔ اس لیے ان کو سمجھانا چاہیے کہ جو مذہب ہے، اس کو بھی اس Yardstick سے ناپو کہ ہم جس طرح دنیاوی معاملوں میں کوشش کرتے ہیں، اسی طرح دین کے معاملے میں کوشش کرنی ہے۔

حضورِانور نے اس بات پر خاص زور دیا کہ اللہ تعالیٰ ایک دن میں نہیں مل جاتا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میرے رستے میں جہاد کرو اور جہاد کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا کہ پہلے میری باتیں مانو پھر مَیں تمہاری بات سنوں گا۔ تو اللہ کی بات کیا ہے کہ اللہ کی عبادت کرو، کیا آپ لوگ سارے پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں اور اچھی طرح نماز پڑھتے ہیں؟ اسی تناظر میں حضورِانور نے حقیقی نماز کی فلاسفی پر روشنی ڈالتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی عملی تربیت کا ایک بصیرت افروز واقعہ بھی بیان فرمایا کہ آنحضرت ﷺ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک گروپ کے ساتھ باتیں ہو رہی تھیں، ایک صحابیؓ آئے اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی، تو انہوں نے ایک کونے میں کھڑے ہو کے نماز پڑھی۔ پھر آ کے مجلس میں بیٹھنے لگے تو آنحضرت ﷺ نے ان کو فرمایا کہ تم نے نماز ٹھیک نہیں پڑھی، جاؤ اور دوبارہ نماز پڑھو۔ وہ دوبارہ نماز پڑھ کے آ گئے، تو دوبارہ آپؐ نے کہا کہ نہیں! اب بھی تم نے نماز ٹھیک نہیں پڑھی، دوبارہ پڑھو۔ تین چار دفعہ ان سے نماز پڑھوائی۔ پھر انہوں نے کہا کہ حضورؐ! مجھے تو اس سے زیادہ نماز پڑھنی نہیں آتی، کس طرح پڑھوں؟ تو آپؐ نے کہا کہ ٹھہر ٹھہر کے، آرام آرام سے، اللہ کو سامنے رکھ کے، دعا کر کے، پھر پڑھو، تو وہ نماز ہوتی ہے۔

مزید برآں حضورِانور نے روحانی ترقی کے حصول اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے لیے قرآنی احکام پر عمل کرنے کی بابت توجہ دلائی کہ، تو آپ یہ دیکھیں کہ آپ اس طرح نمازیں پڑھتے ہیں؟ اس کے بعد پھر یہ کہ نفل پڑھو، پھر اللہ تعالیٰ نے ذکرِ الٰہی کا کہا ہے، وہ کرو، پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بہت سارے حکم دیے ہیں، ان پر عمل کرو۔ کچھ کہتے ہیں کہ پانچ سو، سات سو یا

بارہ سو اَحکام ہیں، تو ان کو دیکھو۔ لوگوں کے Rights بھی ادا کر رہے ہیں کہ نہیں؟ اللہ کا Right ادا کر رہے ہیں کہ نہیں؟ تو جب یہ ساری چیزیں ہو جائیں گی پھر اگر ترقی کی منزلیں چاہتے ہیں تو پھر اللہ سے تعلق پیدا ہوتا ہے۔ نہیں تو ابھی تو آدمی پرائمری سکول سٹوڈنٹ ہی ہے کہ جب تک یہ چیزیں حاصل نہ ہو جائیں۔

اسی طرح حضورِانور نے مرحلہ وار تعلیمی کوششوں اور حقیقی قابلیت کے حصول کے بارے میں راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ اب گریڈ 12 میں جو گیا ہے، وہ کہہ دے کہ گریڈ 12 سے جا کے ایک دَم مجھے بیچلرز کی ڈگری مل جائے، تو نہیں مل سکتی۔ اور کہے کہ مَیں بڑا ہوشیار ہو گیا ہوں، مَیں نے گریڈ 12 میں A گریڈ لے لیے، تو مَیں پتا نہیں کہ کیا چیز بن گیا ہوں۔ کچھ نہیں بن گئے، جب تک کہ اپنا گریجوایشن کا دو یا تین سال کا کورس پورا نہیں کرتے، پھر ماسٹر ڈگری پوری نہیں کرتے اور پھر پی ایچ ڈی نہیں کرتے۔ تو جو بھی اپنی دنیاوی Achievements ہیں، ان کا Pinnacle جب تک نہیں حاصل کرتے اس وقت تک آپ کو نہیں پوچھا جاتا کہ تم کوئی ماسٹرز ہو یا تم کوئی بڑے Potential ہو۔ Potential ہو گا، لیکن اس کو استعمال کر کے، لوگوں کے سامنے نہیں آیا۔

[قارئین کی معلومات کے لیے تحریر کیا جاتا ہے کہ Pinnacle کا اُردو میں مطلب بلند چوٹی، عروج یا کامیابی کی بلند ترین سطح ہے۔ اس کا استعمال کسی چیز یا کسی شخص کی کامیابی یا بلندی کی انتہا، حدِ کمال اور شان و شوکت کو ظاہر کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔]

آخر میں حضورِانور نے دین کے معاملے میں بھی صبر اور مسلسل کوشش کی اہمیت کو اُجاگر کرتے ہوئے فرمایا کہ اسی طرح دین کا معاملہ ہے، اگر آپ کے اندر دین سیکھنے کا Potential ہے بھی تو جب تک اس کو صحیح طرح استعمال نہیں کرو گے اور اللہ کی باتیں نہیں مانو گے تو اس طرح تو صرف Gratification سے کام تو نہیں بن جاتا۔ جس طرح پرائمری سے لے کے بیچلرز کرنے تک چودہ پندرہ سال صبر کرتے ہو، اسی طرح یہاں بھی صبر کرو اور سیکھو۔ بیچ میں چار نمازیں پڑھ کے، رمضان کا ایک مہینہ پانچ نمازیں پڑھ کے کہہ دیا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں، دیکھنا کہاں سے ہے؟ ایک مہینے میں تو اللہ میاں نہیں نظر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ مجھے دیکھنے کے لیے میری مانو۔ انہی رمضان کے روزوں کی آیتوں میں ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھ پر ایمان بھی پکّا کرو اور پھر میرے سے مانگو تو پھر مَیں تمہاری سنوں گا۔

☆ اسی مجلس میں ایک خادم نے سوال کیا کہ ہم کسی مشکل میں کیسے بتا سکتے ہیں کہ آیا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے یا سزا ہے؟

اس پر حضورِانور نے راہنمائی عطا فرمائی کہ دیکھیں! انسان کو مشکلات تو آتی رہتی ہیں۔ اگر آپ بیمار ہو گئے تو یہ ایک نیچرل چیز ہے۔ انسان اچھا بھی ہوتا ہے اور بیمار بھی ہوتا ہے۔ بعض دفعہ بیماری بہت زیادہ تکلیف دہ ہو جاتی ہے اور آدمی اس مشکل میں کہتا ہے کہ پتا نہیں کہ یہ شاید مجھے سزا مل رہی ہے اور اس لیے لوگ سوچنے لگ جاتے ہیں۔

پھر حضورِانور نے ایک عملی مثال کے ذریعے سمجھایا کہ ایک صحابیؓ نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا، وہ بہت زیادہ گرم تھا اور آپؐ کی طبیعت خراب تھی۔ انہوں نے کہا کہ آپؐ کو بھی لگتا ہے کہ بہت بخار ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں! مجھے بہت شدید بخار ہے اور مجھے بیماریوں کی تم لوگوں سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے، بخار بھی مجھے آتے ہیں اور بہت ساری چیزیں آتی ہیں، لیکن مجھے اللہ تعالیٰ نے برداشت بھی دی ہوئی ہے۔ مَیں پھر بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس سے یہی کہتا اور دعا مانگتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس بیماری کو دُور کرے اور کبھی کسی قسم کی ناشکری نہ ہو۔

تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تمہیں جو مشکلات آتی ہیں، تم ان پر شکرگزاری کرو، اور اللہ تعالیٰ نے تو قرآنِ شریف میں فرمایا ہے کہ مَیں تمہیں مختلف قسم کی مصیبتوں، بھوک، پیاس، تکلیفوں اور بیماریوں سے آزماؤں گا، اور جو صبر کرنے والے لوگ ہیں، وہ ان باتوں پر جب ان کو Trial آتے ہیں، تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہیں۔ تو تم لوگ بھی یہی پڑھو۔

اسی طرح حضورِانور نے طویل آزمائشوں میں صبر اور دعا کی اہمیت اور ضرورت کو اُجاگر فرمایا کہ بعض دفعہ Trial بڑے لمبے ہو جاتے ہیں، ہاں! اگر آپ نیک کام کر رہے ہیں، خدا کی عبادت بھی کر رہے ہیں، چیریٹی بھی دے رہے ہیں، صدقہ بھی دے رہے ہیں اور لوگوں کے حق بھی ادا کر رہے ہیں تو پھر اس کے باوجود بھی اگر Trial لمبے ہو رہے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی آپ کو آزما رہا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ بعض دفعہ دعا دیر سے قبول ہوتی ہے اور جب دعا دیر سے قبول ہونی ہوتی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہوتی ہے کہ بندہ اَور دعا کرے تو مَیں اَور زیادہ اچھے طریقے سے اسے قبول کروں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک طریقہ ہے۔ بعض دفعہ Trial لمبے ہو جاتے ہیں، تاکہ زیادہ دعا ہو اور پچھلے سارے گناہ معاف ہو جائیں۔

مزید برآں حضورِانور نے ذاتی لغزشوں کے سبب آنے والی آزمائشوں اور سزا کے مفہوم پر بھی روشنی ڈالی کہ اگر آپ بُرے کام کر رہے ہیں، نہ نمازیں پڑھ رہے ہیں، لوگوں کے حقوق ادا نہیں کر رہے اور بہت زیادہ گناہوں میں مبتلا ہیں اور پھر مشکل میں آ جاتے ہیں، تو اس کے لیے اگر Trial آتا ہے، تو پھر وہ Trial نہیں ہوتا بلکہ سمجھو کہ وہ سزا مل رہی ہے۔ کچھ تو اللہ میاں نے اس میں دنیا میں دے دی، کچھ اگلے جہان میں اور پھر یہ بھی ہے کہ بعض دفعہ بعض ایسے گناہ ہوتے ہیں کہ آدمی کو پتا نہیں ہوتا اور غلطیاں ہوتی ہیں، ان کے بدلے اگر اللہ تعالیٰ یہاں اس دنیا میں سزا دیتا ہے یا بعض Trial ہوتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ یہاں معاف کر دیتا ہے اور اگلے جہان میں جا کے پھر سزا نہیں ملتی۔ تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک طریقہ ہے۔

اسی تسلسل میں حضورِانور نے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے اور آزمائشوں و مشکلات سے محفوظ رہنے کی بابت قرآنی تعلیم کی جانب توجہ مبذول کرواتے ہوئے تاکید فرمائی کہ سو! اس لیے ہر حالت میں اللہ کا شکر ادا کرو اور اس سے پناہ مانگتے رہو اور کہو کہ یہ Trial میرے سے زیادہ نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہی دعا سکھائی ہے کہ یہی دعا

کرتے رہو کہ مجھ پر اتنا لمبا Trial مت ڈال کہ مَیں اس کو برداشت نہ کر سکوں یا ایسی مشکلوں میں مجھے نہ ڈال کہ جو پہلے لوگوں کو آئیں۔ تو صبح فجر کی نماز میں بھی مَیں نے جو سورۃ پہلی رکعت میں پڑھی تھی، اس کی جو آخری آیت ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے یہی معافی مانگنے کی ہے کہ ہمارا مؤاخذہ نہ کر، ہمیں جس Trial میں سے گزار، اسے زیادہ لمبا نہ گزار اور ہم پر رحم کر۔ یہی دعا ہم پڑھتے ہیں۔ اس لیے مَیں یہ بعض سورتیں اور آیتیں بار بار پڑھتا ہوں کہ آدمی کو یاد ہو جائیں۔ آپ لوگ بھی یاد کریں تو آپ کو پتا لگ جائے گا کہ اس کے اندر کیا Message ہے تو پھر آرام سے Trial سے گزر جاؤ گے۔

آخر میں حضورِانور نے اس بات پر زور دیا کہ اور چھوٹی موٹی باتوں کو بڑے بڑے Trial کے طور پر ہوّا بنا لینا، تو ایسی بات درست نہیں، چھوٹی موٹی مشکلیں تو آتی ہیں۔ انسان اس دنیا میں رہتا ہے تو ان Trials سے گزرنا ہوتا ہے۔ آخر میں حضورِانور نے اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ استعدادوں کے درست استعمال اور ان سے عملی فائدہ اُٹھانے کی اہمیت پر توجہ دلاتے ہوئے تاکید فرمائی کہ حالانکہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ مَیں نے تم سب کو Potential دیا ہوا ہے، اگر اس کو صحیح طرح استعمال کرو گے، تو سب کچھ سمجھ آ جائے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کلام پڑھنے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو Qualities دی ہوئی ہیں، ان کو استعمال کرو گے، تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔

☆ مجلس خدام الاحمدیہ ہالینڈ کی نیشنل مجلسِ عاملہ اور قائدین مجالس کی حضورِانور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کے دوران مہتمم اطفال نے حضورِانور کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ کچھ خدام Necklace، Bracelet اور Chains وغیرہ پہننے لگے ہیں اور دنیا کو دیکھ کر یہ رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔

اس پر حضورِانور نے فرمایا کہ اگر نوجوان اس قسم کے فیشن اپنا رہے ہیں تو پھر بہتر ہو گا کہ وہ اپنی داڑھی منڈوائیں اور بال لمبے کر لیں تاکہ وہ مکمل طور پر خواتین کی مانند نظر آئیں۔ زیورات پہننا اور یہ چیزیں تو بلاوجہ کے فیشن ہیں۔ حضورِانور نے اس بات پر زور دیا کہ اگر مہتمم تربیت صحیح ہے اور آپ کا جماعت کا سیکرٹری تربیت صحیح ہے اور لجنہ میں تربیت والے صحیح ہیں اور انصار میں تربیت والے صحیح ہیں تو اس قسم کی فیشن والی عادتیں نہیں پڑیں گی۔ مزید برآں حضورِانور نے نوجوانوں میں فیشن اور بُری عادات کو اختیار کرنے سے اجتناب برتنے کے حوالے سے اخلاقی تربیت کی اہمیت کو اُجاگر فرمایا کہ پہلے یہ دیکھیں کہ ایسے کتنے لوگ ہیں۔ ان کو، بچوں کو بتائیں کہ جو اس طرح کی سجاوٹیں ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے غلط کہا ہے۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ کی انگوٹھی پہن لیتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ اگر تو یہ سونے کی ہو تو مردوں کے لیے حرام ہے، البتہ چاندی یا کسی اور دھات کی صورت میں گناہ نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے اَلَیْسَ اللّٰہُ کا Bracelet بنایا ہوا ہے، لیکن اسے Necklace یا Bracelet کی شکل میں پہننا مناسب نہیں، بہتر یہی ہے کہ سجاوٹوں کی بجائے مرد کو مرد بن کے رہنا چاہیے۔ اور اسی سے پھر آہستہ آہستہ دوسری عادتیں پڑتی ہیں۔ وہاں ہالینڈ میں Tattoos وغیرہ کا بھی رواج بہت زیادہ ہے۔ اسی طرح پھر عادتیں پڑتی ہیں، پھر Tattooing شروع ہو جاتی ہے، پھر وہ اپنے بازو چھلانے لگ جاتے ہیں اور کبھی مختلف جسم کے حصّوں میں کھدوانے لگ جاتے ہیں اور Tattoo کروانے لگ جاتے ہیں، تو اُن کو تربیت کی ضرورت ہے۔ آخر میں حضورِانور نے اس بات پر زور دیا کہ اُن کو سمجھاؤ کہ اسلام مرد کے لیے کیا کہتا ہے اور اس کی کیا ذمہ داریاں ہیں۔ یہ سجاوٹیں تو عورتوں کے لیے ہیں۔ اس لیے تم مرد بنو اور تمہارے جو کام ہیں تم وہ کرو۔ وہ کیا کام ہیں؟ کہ خدا سے تعلق پیدا کرو اور اسلام کا پیغام دنیا میں پہنچاؤ۔ اِن ملکوں میں خدام کی تربیت ایسے نہج پر ہونی چاہیے۔ آپ تو مہتمم اطفال ہیں، آپ اس نہج سے اطفال کی تربیت کریں تاکہ جب وہ خدام میں جائیں تو اُن کو ان باتوں کا پتا ہو۔ (الفضل انٹرنیشنل 27 نومبر 2025ء)

بقیہ از صفحہ 18

حضرت مسیح موعودؑ کے اس ارشاد کی روشنی میں حضورِانور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نیوزی لینڈ میں ایک خطاب میں فرمایا: ''جائزہ لیں تو یہ 100 فیصد حقیقت نظر آئے گی کہ ان ملکوں میں بعض خاندان اس لئے بھی ابتلاء میں پڑ گئے کہ اس حقیقت کو نظرانداز کر دیا کہ غیروں میں شادیاں کرنے سے نسلیں برباد ہو جاتی ہیں اور دین سے دور چلی جاتی ہیں''۔ (الازھار لذوات الخمار جلد 3 حصہ دوم صفحہ 50)

پس اپنے دین اور ایمان کی حفاظت کے لیے یہ بہت ہی قیمتی نصیحت ہے۔ خصوصاً ان نوجوانوں کو جو شادی کی عمر کو پہنچ چکے ہیں اس بات کو اچھی طرح پلے باندھ لینا چاہیے۔ آخر میں حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد پیش ہے جو بہت قابل توجہ اور ہمیشہ یاد رکھنے والا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''یاد رکھو ہماری جماعت اس بات کے لیے نہیں ہے جیسے عام دنیادار زندگی بسر کرتے ہیں۔ نرا زبان سے کہہ دیا کہ ہم اس سلسلہ میں داخل ہیں اور عمل کی ضرورت نہ سمجھی۔ مَیں تم سے یہ نہیں چاہتا کہ صرف زبان سے ہی اقرار کرو اور عمل سے کچھ نہ دکھاؤ۔ یہ نکمی حالت ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا۔ اور دنیا کی اس حالت نے ہی تقاضا کیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اصلاح کے لیے کھڑا کیا ہے۔ پس اب اگر کوئی میرے ساتھ تعلق رکھ کر بھی اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرتا اور عملی قوتوں کو ترقی نہیں دیتا بلکہ زبانی اقرار ہی کو کافی سمجھتا ہے۔ وہ گویا اپنے عمل سے میری عدمِ ضرورت پر زور دیتا ہے۔ پھر تم اگر اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میرا آنا بے سود ہے، تو پھر میرے ساتھ تعلق کرنے کے کیا معنے ہیں؟ میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو میری اغراض و مقاصد کو پورا کرو... یاد رکھو کہ وہ جماعت جو خدا تعالیٰ قائم کرنی چاہتا ہے۔ وہ عمل کے بدوں زندہ نہیں رہ سکتی... پس اس کی قدر کرو اور اس کی قدر یہی ہے کہ اپنے عمل سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ اہلِ حق کا گروہ تم ہو''۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 166)

رپورٹ: سعدیہ تسنیم سحر عائشہ اکیڈمی جرمنی

تقریبِ تقسیمِ اَسناد

عائشہ اکیڈمی جرمنی

عائشہ اکیڈمی جرمنی ایک تعلیمی ادارہ ہے جہاں احمدی خواتین کو باقاعدہ دینی تعلیم دی جاتی ہے۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 2018ء میں جرمنی میں عائشہ اکیڈمی کے اجراء کی اجازت مرحمت فرمائی تھی اور 2021ء میں باقاعدہ کلاسز کا آغاز ہوا۔ادارہ میں تین سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد فارغ التحصیل طالبات کو مبشرہ کی ڈگری دی جاتی ہے۔ یہاں پرنسپل کے علاوہ تین مربیان سلسلہ، چھ معلّمات اور ایک آفس سیکریٹری خدمات سرانجام دے رہی ہیں جن کے اسماء درج ذیل ہیں۔

1۔مکرم مبارک احمد تنویر صاحب مبلغ انچارج جرمنی

2۔مکرم محمد الیاس منیر صاحب مربی سلسلہ

3۔مکرم حفیظ اللہ بھروانہ صاحب مربی سلسلہ

4۔محترمہ امۃ الجمیل غزالہ صاحبہ (پرنسپل)

5۔محترمہ زینت حمید صاحبہ

6۔محترمہ سعدیہ تسنیم سحر صاحبہ

7۔محترمہ سعدیہ حنا صاحبہ

8۔محترمہ نورالعین ہلی صاحبہ

9۔محترمہ رافعہ محی الدین صاحبہ

10۔محترمہ بدرالنسا جری اللہ صاحبہ

11۔محترمہ فریحہ خان صاحبہ (اعزازی ٹیچر)

12۔مکرمہ عطیۃ القدیر صاحبہ (آفس انچارج)

13۔انیسہ گُل احمد صاحبہ (طوعی خدمت کررہی ہیں)

امسال 29 نومبر 2025ء کو ادارہ ہذا کو اپنی دوسری فارغ التحصیل کلاس کے اعزاز میں دوسری کانووکیشن منعقد کرنے کی توفیق ملی جس میں سات طالبات کو مبشرات ہونے کی ڈگری دی گئی۔

تقسیم اسناد کی تقریب کا آغاز محترمہ حامدہ سوسن چوہدری صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ جرمنی کی زیرِصدارت تلاوتِ قرآن سے ہوا جس کی سعادت عزیزہ غزالہ احمد سال اوّل کے حصہ آئی۔ اردو اور جرمن ترجمہ بالترتیب عزیزہ ماہم کرن شاہ اور ہدیٰ محمد ڈوگر صاحبہ نے پڑھے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مع اردو ترجمہ عزیزہ ملیحہ جنجوعہ سال سوئم اور جرمن ترجمہ عزیزہ فائزہ احمد صاحبہ نے پیش کیا جس کے بعد خاکسار نے حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پیغام پڑھ کر سنایا جو حضورانور نے گزشتہ سال اس تقریب کے لیے بھجوایا تھا اور امسال بھی اسے ہی مشعلِ راہ بنانے کا ارشاد فرمایا۔ (یہ پیغام رسالہ ہذا کے فروری 2025ء کے شمارہ میں شائع ہو چکا ہے)

بعدازاں عزیزہ عائشہ احمد سال دوئم نے خوش الحانی سے ''لو جاؤ تم کو سایہ رحمت نصیب ہو'' نظم مع جرمن ترجمہ پیش کی۔نظم کے بعد فارغ التحصیل طالبات کے لئے سالِ سوئم کی طالبہ عزیزہ طالیہ تاثیر نے سپاسنامہ پیش کیا۔ بعدازاں محترمہ نورالعین ہلی صاحبہ نے ادارہ کی سالانہ کارکردگی کی رپورٹ پیش کی۔ ساتھ ہی سالِ گزشتہ کی تصویری وصوتی جھلکیاں بھی پیش کی گئیں۔ اس کے ساتھ ہی خاکسار تحریر کردہ ترانہ تینوں سالوں کی طالبات اور فارغ التحصیل طالبات نے مل کر بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا۔ بعدازاں محترمہ حامدہ سوسن چوہدری صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ جرمنی نے حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پیغام کی روشنی میں طالبات کو نصائح کیں۔ آپ نے سٹاف کا تعارف کروایا۔ سالِ اوّل کی طالبات نے اپنا تعارف کروایا اور ادارہ میں داخلہ لینے کے مقاصد بیان کیے۔ آخر میں موصوفہ نے طالبات میں اَسناد اور انعامات تقسیم کیے۔

امسال سات طالبات کو مبشرہ کی ڈگری ملی جن کے اسماء درج ذیل ہیں۔

1.انیسہ گل احمد صاحبہ (فریڈبرگ مٹے)

2. انیلا رابعہ نور صاحبہ (ملائیشیا)

3. بشریٰ سلمان صاحبہ (فریڈبرگ ویسٹ)

4. مدیحہ احمد صاحبہ (ویزبادن)

5. ماریہ صدف صاحبہ (اوفن باخ)

6. نتاشہ چوہدری صاحبہ (گوڈے لاؤ نارڈ)

7.سحرش خان صاحبہ (Idar Oberstein)

امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والی طالبات کے اسماء درج ذیل ہیں۔

سالِ اوّل: (اوّل) کومل بھٹی اور زاہدہ ماہم داؤد ازبلغاریہ۔ (دوئم) شکیلہ رانجھا (سوئم) وردۃ الرحمٰن

سالِ دوئم: (اوّل) ساجدہ قریشی خان (دوئم) طالیہ ایمان تاثیر (سوئم) ماہم کرن شاہ

سالِ سوئم: (اوّل) بشریٰ سلمان (دوئم) ماریہ صدف (سوئم) سحرش خان

دعا کے ساتھ تقریب اختتام پذیر ہوئی جس کے بعد مہمانوں کی خدمت میں ظہرانہ پیش کیا گیا۔ تقریب میں شامل مہمانوں کی تعداد تقریباً 70 تھی۔ اللہ تعالیٰ تمام طالبات کو دین کی صحیح سمجھ بوجھ عطا فرمائے اور حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی توقعات پر پورا اُترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

© Uroojmirza71 / Wikimedia Commons / CC BY-SA 4.0

مکرم جمیل احمد بٹ صاحب

خوفزدہ اکثریت

قومی اسمبلی اور سینیٹ کے حالیہ مشترکہ اجلاس میں کمیشن برائے اقلیتی حقوق بل 2025ء پر بحث کے دوران بعض اراکین نے بل کی شق نمبر 35 کو ناقابل قبول قرار دیا کیونکہ اس میں بل کو پہلے کے سب قوانین سے بالا قرار دیا گیا ہے اور اس کے ذریعہ قادیانی پھر 1984ء کے آرڈیننس پر سوال اٹھا سکتے ہیں اور یہ 'پٹارا' پھر کھل سکتا ہے۔ اس اظہار اور امکان کو تسلیم کر کے وزیر قانون کی اس شق کو نکال دینے کی جوابی یقین دہانیوں نے ایک بار پھر اس حقیقت کو آشکارا کر دیا کہ ملک کی اکثریت ایک کمزور اقلیتی جماعت سے اس حد تک خوفزدہ ہے کہ اسے اس جماعت کے لئے اپنے غصب شدہ حقوق کی بازیابی کے کسی دور دراز امکان کا ہونا بھی برداشت نہیں۔

آرڈیننس کا یہ حوالہ اصل میں اس کے تحت اس خلاف آئین پابندی کا ہے جو اس کے ذریعہ احمدیوں پر اپنے خیالات کے اظہار پر لگائی گئی ہے اور اظہار پر پابندی کا سبب دلیل کے میدان میں احمدیوں کا سامنا نہ کرسکنا ہے۔ الٰہی جماعتوں میں قائم رہنے اور ترقی کرنے کی صلاحیت قدرتی طور پر ودیعت ہوتی ہے۔ اس کا ادراک خوف پیدا کرتا ہے جس کا توڑ جبر سے کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جیسا کہ ماضی کے ایک بڑے جبروت والے بادشاہ نے اللہ کے ایک فرستادہ سے گفتگو میں جیت نہ سکنے پر اسی راہ کو اختیار کیا اور اللہ کی کتاب کے مطابق اپنے خوف کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

ترجمہ: یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارا دین بدل دے گا یا زمین میں فساد پھیلا دے گا۔ (مومن 40: 27)

یوں سچائی کے پھیل جانے کے حقیقی خوف کے ہاتھوں امن عامہ میں خلل کے نام پر اسے جبر سے روکنے کی یہ کوشش ویسی ہی ہے جیسا کہ ساڑھے تین ہزار سال قبل فرعون کا طریق۔

آئین کے منافی

وزیر قانون نے یہ بھی کہا کہ قادیانی خود کو غیر مسلم مانتے ہی نہیں۔ اس لیے وہ ان حقوق کے اہل نہیں ہیں جو اس حقوق بل اور آئین کی دفعہ 20 کے تحت اقلیتوں کو دیے گئے ہیں۔ ایسا کہنا سراسر آئین کے منافی ہے کیونکہ آئین میں احمدیوں کو، بلا اس شرط کے کہ وہ خود بھی مانیں، نام لے کر غیر مسلم شمار کیا گیا ہے۔ آئین کی اس شق کے الفاظ ہیں:

ترجمہ از انگریزی: غیر مسلم سے مراد وہ شخص ہے جو مسلمان نہیں ہے اور اس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی جماعت یا قادیانی یا لاہوری گروپ جو خود کو احمدی کہتے ہیں یا کوئی اور نام کا کوئی فرد یا ایک بہائی اور کسی جدولی ذاتوں سے تعلق رکھنے والا شخص شامل ہیں۔

آئین کی شق 20

وزیر قانون نے یہ بھی کہا کہ قادیانی خود کو غیر مسلم مانتے ہی نہیں، اس لئے وہ ان حقوق کے اہل نہیں ہیں جو آئین کی دفعہ 20 کے تحت اقلیتوں کو دیے گئے ہیں۔ ایسا کہنا سراسر آئین کے اور سپریم کورٹ کی اس کی تشریح کے منافی ہے۔ کیونکہ اس دفعہ کے تحت دی گئی مذہبی آزادی بلا تفریق اور ہر جہت سے مکمل ہے۔ سپریم کورٹ کے 2013ء کے جس فیصلہ کے تحت 11 سال بعد اقلیتی حقوق کا کمیشن بنانے کا یہ بل پیش کیا گیا ہے خود اس فیصلہ میں چیف جسٹس تصدق حسین جیلانی صاحب نے اس کی درج ذیل الفاظ میں وضاحت کر دی ہے۔

ترجمہ: 15۔ اقلیتوں کے حقوق سے متعلق تمام دفعات میں سے دفعہ 20 کو مثالی اہمیت حاصل ہے۔

(الف) اس دفعہ کے تحت مذہبی آزادی کا حق اکثریت اور اقلیت، مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہیں کرتا۔ یہ ویسا ہی حق ہے جیسا کہ مساوی مذہبی تحفظ کا حق، ہر شہری، ہر

مذہبی گروہ اور اس کے ہر فرقہ کے لئے ہے۔ دوسری طرف مساوی مذہبی تحفظ کی یہ شق اسی نوعیت کی ہے جیسے آئین کی دفعات 4 اور 25 میں دیے گئے قانون کے تحت یکساں انصاف اور یکساں تحفظ کے حقوق۔ دوسرے لفظوں میں جہاں تک مذہبی آزادی کے حق کا تعلق ہے اس میں افراد، مذہبی گروہوں اور ان کے فرقوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور مکمل مساوات ہے۔

(ب) مذہبی آزادی کا حق ایک بنیادی حق ہے۔ اس کو آئین کی کسی اور دفعہ کے زیر اثر یا ماتحت نہیں رکھا گیا ہے کیونکہ یہ صرف قانون، امن عامہ اور اخلاقیات کے زیر اثر ہے نہ کہ آئین کی مذہبی دفعات کے۔ قانون، امن عامہ اور اخلاقیات کی اصطلاحات غیر مذہبی ہیں۔ کیونکہ ان تصوّرات کو ان اصطلاحات کے اسلامی معنوں تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا دفعہ 20 کو آئین میں یہ فضیلت حاصل ہے کہ یہ صرف قانون، امن عامہ اور اخلاقیات کی عمومی پابندی کے تحت ہے۔ جبکہ ان تینوں اصطلاحات کی ایسی تشریح یا ایسا محدود استعمال نہیں کیا جا سکتا جو مذہبی آزادی کے نمایاں حق کی بنیادی روح کو کم کردے۔ کوئی چھوٹا یا بڑا فرقہ کسی شہری پر اپنی مذہبی رائے کو مسلط نہیں کر سکتا۔

(ج) اظہار اور عمل کا حق نہ صرف مذہبی گروہوں کو بلکہ ہر شہری کو دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شہری اپنے مذہبی خیالات کو ظاہر کرنے، ان پر عمل کرنے اور انہیں پھیلانے کے حق کو استعمال کر سکتا ہے خواہ وہ اس کے اپنے مذہبی فرقے میں مروجہ اور غالب خیالات کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں۔ بالفاظ دیگر نہ تو اکثریتی مذہبی گروہ یا فرقہ اور نہ اقلیتی مذہبی گروہ یا فرقہ اپنی مذہبی مرضی کو کسی شہری پر مسلط کر سکتا ہے۔

آزادئ مذہب کا حق اصل میں اظہار، عمل اور تبلیغ کے تینوں حقوق ہیں۔

(د) مذہبی آزادی کا حق ہر شہری کو تین مختلف قسم کے حق دیتا ہے یعنی مذہب اختیار کرنے کا حق، مذہب پر عمل کرنے کا حق اور مذہب کی تبلیغ کا حق۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آئین کی دفعہ 20 صرف نجی طور پر مذہب کے اظہار کا حق نہیں بلکہ یہ نجی اور عوامی دونوں سطحوں پر اپنے مذہب پر عمل کرنے کا حق ہے۔ مزید یہ کہ یہ نہ صرف مذہب کے اظہار اور عمل کا حق دیتا ہے بلکہ اضافی طور پر اپنے مذہب کو دوسروں میں پھیلانے کا حق بھی دیتا ہے۔ یہاں یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ مذہب کی تبلیغ صرف مسلمانوں تک محدود نہیں کہ انہیں اپنے مذہب کی تبلیغ کا حق ہے بلکہ یہ حق مساوی طور پر غیر مسلموں کو بھی ہے کہ وہ اپنے مذہب کی اپنے اور دوسرے گروہوں میں تبلیغ کریں۔

عذرِ گناہ

احمدیوں کو مذہبی آزادی نہ دیے جانے کا یہ عذر کہ وہ اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم نہیں کرتے محض عذرِ گناہ ہے کیونکہ ملک میں آباد دیگر اقلیتیں جن کے لئے یہ بہانہ نہیں ہے وہ بھی تعصّب اور عدم رواداری کا شکار ہیں اور آئے دن ظلم اور زیادتی کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ خود سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ ایک چرچ کے جلائے جانے اور مندروں کی بے حرمتی کے واقعات کے از خود نوٹس لینے کا نتیجہ تھا۔

احمدی آئین کے پابند ہیں

بار بار احمدیوں پر ظلم، ناانصافی اور حق تلفیاں کرکے اس کا جواز تراشنے کے لیے ان پر آئین کو تسلیم نہ کرنے کا الزام دہرایا جاتا ہے۔ یہ محض غلط بیانی ہے کیونکہ احمدی اپنے طریق کے مطابق عملاً آئین کے پابند ہیں۔

باوجود اس حقیقت کے کہ احمدی حضرت محمد ﷺ کو اپنا ہادی اور آپ ﷺ پر نازل شدہ آسمانی کتاب اور آپؐ کے طریق کار کو اپنا دستور العمل مان کر اس پر عامل ہیں۔ صرف آئین میں درج مسلمان کی تعریف کی پابندی میں وہ شناختی کارڈ، پاسپورٹ، عدالتی دستاویزات، مردم شماری، حصول ملازمت اور تعلیمی اداروں کے داخلہ اور دیگر فارموں میں جہاں بھی مطلوب ہو مذہب کے کالم میں بجائے مسلمان کے خود کو احمدی لکھتے ہیں اور اس کے نتائج کا سامنا کرتے ہیں۔ رائے دہی کے حق سے محروم ہیں۔ تعلیم، ہر قسم کی ملازمت، کاروبار اور شہری حقوق میں تفریق کا نشانہ ہیں اور عملاً تیسرے درجے کے شہری بن کر جی رہے ہیں۔

احمدی خود کو غیر مسلم نہیں مانتے؟

رہا یہ اعتراض کہ احمدی خود کو غیر مسلم نہیں مانتے تو اس کا جواب یہی ہے کہ ایسا وہ اپنے ضمیر کی آواز پر کرتے ہیں۔ معترض شاید یہ چاہتے ہیں کہ احمدی دیگر مذاہب کے ماننے والوں کی طرح اعلانیہ اللہ کی توحید، آنحضرت ﷺ کی حقانیت اور قرآن کریم کے خدا کا کلام ہونے کا انکار کردیں۔ تین خداؤں کو یا بتوں کو یا کسی خدائی کے دعویدار کو خدا مان لیں۔ گھنٹیوں پر کان دھریں اور بھجن گائیں۔ اللہ کے فضل سے ملنے والی بصیرت پر قائم اپنے محکم ایمان کے ساتھ ایسا کچھ کرنا کسی بھی احمدی کے لئے ممکن نہیں۔

وزیر قانون نے اپنی تقریر میں عیسائی، ہندو، سکھ اور بہائی شہریوں کو اپنا بھائی کہا اور اس بات کو چنداں اہمیت نہیں دی کہ یہ سب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور قرآن کریم کو ناحق جانتے ہیں اور برملا اس کا اظہار کرتے ہیں۔ توحید کا انکار کرکے دو، تین یا بہت سے خداؤں پر ایمان رکھنے والے مشرک ہیں اور دین میں حرام کو عملاً حلال جانتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ سب متضاد اور مخالف عقائد آپ کو گوارا ہیں اور ان کے حامل سب افراد کے ساتھ بھائی چارہ رکھنے کا آپ برملا اعلان کرتے ہیں تو آپ کو احمدیوں کو اپنا بھائی کہنے میں سوائے مذہبی سیاست کاروں کے ڈر اور خوف کے کیا امر مانع ہے جبکہ احمدی موحد ہیں اور ایک اللہ کو مانتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو اللہ کا رسول اور خاتم النبیین مانتے ہیں۔ قرآن کریم کو اللہ کی کتاب اور آخری شریعت مانتے ہیں۔ اللہ کے سب فرشتوں اور کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ جزا سزا اور حیاتِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ احکامات الٰہی اور سنت رسول ﷺ پر عامل ہیں۔

کیا توحید، رسالت اور کتاب کی تکذیب اور انکار کے بالمقابل احمدیوں کا ان سب پر ایمان کے باوجود صرف آپ کا اپنے خیال میں (نہ کہ واقعی طور پر) ان کا آنحضرت ﷺ کو آخری نبی نہ ماننا زیادہ قابل گرفت ہے؟ العجب

مکرم خواجہ عبدالعظیم احمد صاحب، یو کے

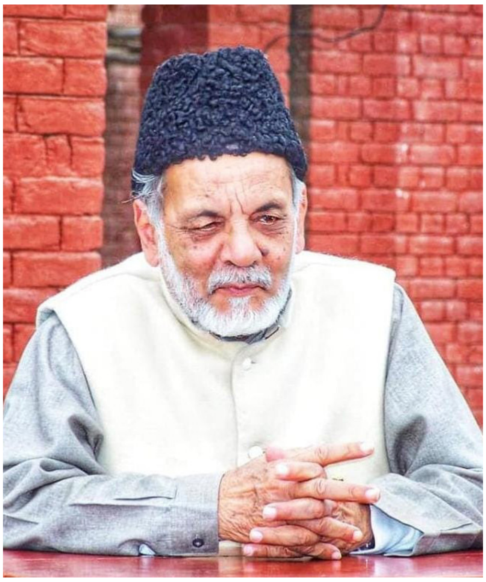

آپ کے بعد ہر گھڑی ہم نے آپ کے ساتھ ہی گزاری ہے

استاذی المحترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب سے چند سوالات اور ان کے جوابات

مَیں نے اپنے مضمون ''میرے میر صاحب'' میں جو الفضل انٹرنیشنل کے یکم جولائی 2025ء کے شمارے میں شائع ہوا، ذکر کیا تھا کہ حضرت میر صاحب کی شفقتوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مَیں نے ان سے کئی ایک سوالات کیے۔ وہ سوالات بظاہر عجیب لگتے ہیں مگر محترم میر صاحب نے جس حکمت و دانائی سے جوابات عنایت فرمائے اس سے ان کی علمی اور خداداد فراست نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ ایک عالم کی تعریف تو قرآن حکیم نے یہی کی کہ حقیقی عالم تو وہ ہے جس کے دل میں خشیت الٰہی موجود ہو۔ حضرت میر صاحب بھی ایسے ہی عالم تھے، ایک عالم بے بدل! اس کی سند حضرت سیّدنا و امامنا کے اس ذکر خیر سے بھی ملتی ہے جو آپ نے میر صاحب کی وفات پر آپ کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا ''مجھے تو ان جیسا فی الحال کوئی نظر نہیں آتا''۔

گزشتہ دنوں سوچتا رہا کہ ان سوالات کو کسی نہ کسی حد تک جمع کروں جو مَیں نے حضرت میر صاحب سے کیے اور ان جوابات کو بھی لکھ دوں تاکہ احباب کی علمی منفعت کا باعث بنے اور حضرت میر صاحب کے لئے صدقہ جاریہ کا سبب بھی ہو۔

☆ میر صاحب! حضرت مسیح موعودؑ نے الیگزنڈر ڈوئی کے سلسلہ میں جس مؤقف کا اظہار فرمایا اور جس طرح اس کے دعاوی کو سختی سے ردّ کیا اور ان کے خلاف دلائل کا ایک انبار اپنی کتب میں تحریر کیا اور دن رات دعائیں کیں، اس کی کیا خاص وجہ ہے؟ حالانکہ آپؑ کے بالمقابل عبداللہ آتھم جیسے اشخاص بھی آئے، اگر ان عیسائی علماء اور ڈوئی کے متعلق تحریرات کا تقابل کیا جائے تو ایک واضح فرق نظر آتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت میر صاحب نے کچھ توقف اور غور کے بعد فرمایا، ''کل آنا''۔ مَیں اگلے روز حاضر ہوگیا، آپ نے فرمایا ''مَیں نے گھر جاکر اس سوال پر غور کیا اور چیدہ چیدہ کتب جہاں یہ سب اذکار ملتے ہیں ان کو بھی دیکھا ہے تمہاری بات صحیح لگتی ہے۔ شاید اس سختی کی وجہ یہ تھی کہ وہ عالم عیسائیت کا نمائندہ بن کر اٹھا تھا اور امریکہ میں ہونے کی وجہ سے لوگوں کا مدارالمہام تھا۔ حضورؑ کے لئے یہ بہت زبردست موقع تھا کہ آپ اپنے اس فرض منصبی کے لئے سر توڑ کوشش کر کے لوگوں کو دکھا دیں جو حضور اکرم ﷺ نے آپ کے لئے مقرر کیا تھا یعنی یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ۔ حضورؑ کے دلائل کی مضبوطی، اسلام کی عظمت کو اجاگر کرنا، الفاظ میں وضاحت اور ظاہر و باہر عقلی و نقلی دلائل وغیرہ اسی بات کو دکھانے کے لئے تھے کہ ڈوئی صرف ایک عام عیسائی عالم نہیں بلکہ صیہونیت کا بھی علمبردار ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ ایلیا ہے اور اس کا ماننا تھا کہ یسوع اپنے نزول کے بعد اسلام کا خاتمہ کر دے گا۔ اس پر حضورؑ نے ثابت کیا کہ یُھْلِكُ اللّٰہُ الْمِلَلَ کُلَّھَا اِلَّا الْاِسْلَامَ ایک سچی پرشوکت اور حقیقت پر مبنی بات ہے۔

☆ ایک بار مَیں نے میر صاحب سے پوچھا کہ حضور ﷺ کی خاتمیت صرف اس معلوم دنیا تک ہے یا اس کائنات کی اور دنیاؤں میں بھی آپ کا ظہور ہوا اور آپ کی خاتمیت ان پر بھی حاوی ہے؟

یہ سوال سن کر کچھ مسکرائے اور فرمایا کہ اگر حضور ﷺ کے بنی نوع انسان پر ان گنت و بے شمار احسانات کی طرف دیکھوں تو دل یہی چاہتا ہے کہ باقی دنیائیں بھی آپ کے افاضہ فیض سے حصہ پائیں۔ اگر اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ کے تاریخی ارتقائی سفر کو دیکھیں تو انسان اپنی روحانی معراج کو پہنچ گیا، شریعت کامل ہوگئی، آخری کلام آگیا۔ اب دوسری دنیاؤں اور وہاں رہنے والوں کے لئے تو قرآن کی وہی آیت کافی ہوگی کہ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ۔ اب رسالت ایک جانب ''وَ مَنْ بَلَغَ'' اور یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ہے اور ایک جانب وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ ہے اب اللہ بہتر جانتا ہے۔

☆ نظام جماعت سے نکلنے کے بعد واپس آنے یا جماعتی روایات کے برخلاف بڑا قدم اٹھانے والے آدمی کے ساتھ اس کی معافی پا جانے کے بعد کیسا تعلق ہو؟

جواب: بالکل ویسا جیسا ایک عام مخلص احمدی کے ساتھ آپ کا تعلق ہوتا ہے۔ ایک بار ایک عورت جو ماضی میں بدی کا شکار ہوئی اور اپنی سزا مکمل کر کے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں آئی وہاں کچھ عورتیں بھی بیٹھی تھیں جب ان عورتوں نے اس عورت کو دیکھا تو کچھ سمٹ کر بیٹھ گئیں تاکہ اس میں اور ان میں واضح فرق نظر آئے۔ اس بات کو

حضرت عائشہؓ نے بھانپ لیا اور فرمایا، جس عورت سے تم بچ رہی ہو، ہوسکتا ہے اس نے توبہ کی ہو اور اللہ نے اس کو ایسا اچھے طریق پر معاف کیا ہو کہ اس کی توبہ تم سب پر تقسیم کرنے کے بعد بھی بچ رہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کے ساتھ زیادہ بہتر سلوک کرنا چاہیئے۔

☆ امریکہ میں 9/11 کے واقعہ کے روز میر صاحب نے لائبریری جامعہ احمدیہ میں محترم محمد الدین ناز صاحب مرحوم اور بعض دیگر اساتذہ کے ساتھ بات کرتے ہوئے بڑا بصیرت افروز تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا۔ ''مجھے یقین ہے کہ اس واقعہ میں کوئی بھی یہودی نشانہ نہیں بنا ہوگا''۔

ایک اور موقع پر سوالیہ انداز میں فرمایا، کیا آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں اگر ایک یہودی مارا جائے تو ساری دنیا میں شور پڑ جاتا ہے اور اگر ہزاروں مسلمان بھی مر جائیں تو کان پر جوں نہیں رینگتی؟ اس کا خود ہی جواب دیا کہ قرآن کریم نے یہودیوں کی اس عادت کو بیان کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک یہودی چاہتا ہے کہ اس کو ہزار سال عمر دی جائے۔ پس یہ زندہ رہنے کے خواہاں لوگ ہیں جبکہ مسلمان کی زندگی کی تو حفاظت ہی موت کرتی ہے۔

☆ میر صاحب قرنِ اوّل میں علوم اسلامیہ میں فارسی الاصل علماء کی خدمت بہت زیادہ نظر آتی ہے۔ علم حدیث میں دیکھیں علم لغت و ادب، علم فقہ، وغیرہ مگر ان علوم میں عربی الاصل علماء بہت خال خال نظر آتے ہیں۔ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ عظیم الشان فتوحات کے بعد وہ تن آسان ہو گئے تھے؟

محترم میر صاحب نے فرمایا: ''وہ تن آسان ہرگز نہیں تھے وہ تو قرآن کی حفاظت میں لگے ہوئے تھے۔ تمام اسلامی علوم قرآن کی ہی بدولت تھے۔ اگر قرآن کریم کی ہی حفاظت نہ ہوتی تو اسلام کے پاس سوائے کہانیوں کے کچھ نہ بچتا۔ اس لیے قرن اوّل کے عرب مسلمانوں نے قرآن کو پڑھا، پڑھایا، پھیلایا اور صرف ایک مقدّس کتاب کی طرح نہیں بلکہ اپنی زندگیوں کو اس کی تعلیم میں ڈھالا۔ انہوں نے تو قرآن کریم کی وہ خدمت کی ہے کہ امّتِ مسلمہ ہمیشہ ان کے اس احسان تلے دبی رہے گی''۔

☆ ایک بار میں نے سوال کیا کہ اگر کوئی بے وجہ ناراض ہو تو اس پر کیا کرنا چاہیئے؟

اس پر میر صاحب نے فرمایا: ''اگر تو غلط فہمی دور کرنے کی کوئی گنجائش نکلتی ہو تو ضرور کوشش کرنی چاہیئے اور اگر نہیں نکلتی یا اگلا آپ کو سننا ہی نہیں چاہتا تو محض للہ آگے بڑھ جانا چاہیئے۔ اپنے مقصد کی طرف نگاہ رہے اور اس کو پانے کے لئے سرتوڑ کوشش کرنی چاہیئے۔ ایسی باتیں آپ کو ذہنی طور پر متاثر کرتی ہیں اور یہ سب قرآنی اصطلاح ''اللغو'' میں آتا ہے''۔

☆ ایک بار میں نے پوچھا ''الہام، کشف، اشارہ، پیشگوئی اور اتفاقیہ اور حادثاتی واقعہ کو کیسے الگ کیا جاسکتا ہے مثلاً معجزہ شقّ القمر، سرخ چھینٹوں والا نشان اور اسی طرح کے دیگر معجزات ونشانات کو اتفاقی واقعہ کیوں نہ قرار دیا جائے؟

فرمایا، ''اتفاقی واقعہ سے پہلے اس واقعہ کی خبر نہیں دی جاتی اور نہ ہی اس کا معیّن علم ہوتا ہے، جو ہونا ہوتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ مگر پیشگوئی پہلے سے واضح اور بیّن ہوتی ہے اس کے ساتھ علم اُترتا ہے اور اس کے واقع ہونے سے پہلے اس کو شائع کیا جاتا ہے۔ شقّ القمر کے موقع پر بھی حضور کی انگلی پہلے بلند ہوئی اور پھر شقّ ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ علم دیا گیا تھا اسی لئے حضور نے انگلی بلند کی۔ بعض نشانات واقع ہونے کے بعد کسی قسم کا کوئی قرینہ نہیں رکھتے۔ مثلاً سرخ چھینٹے پڑے، اور صحابی نے گواہی دی کہ وہاں کوئی سرخ روشنائی کا نام و نشان نہیں تھا۔ یہ نشان تب گہناتا جب کوئی وہاں سرخ روشنائی لئے ہوتا یا وہ آس پاس ہوتی۔ ایسا ہی بعض دفعہ اللہ بعض ایسے کام کرتا ہے کہ جس سے مومنین کے دلوں کو بہت تقویت پہنچتی ہے۔ یہ کوئی تقسیم ہندوپاک کے عرصہ کی بات ہوگی۔ ان دنوں ہمارا اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کا قیام لاہور میں تھا اور قادیان وغیرہ سے احمدیوں کی منتقلی کا کام حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کے سپرد تھا۔ کئی دن گزرے اور آپؒ کی خیریت کی کوئی اطلاع نہیں آئی۔ حضرت اماں جان بہت اداس تھیں اور ہر وقت حضرت میاں صاحب کی خیریت کے لئے دعاؤں میں مصروف رہتیں۔ ایک دن اس گھر کی اوپری منزل میں ہم دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے کہ کھانے کے بعد حضرت اماں جان کلّی کرنے کے لئے اُٹھیں اور کلّی کرتے ہوئے کھڑکی کی جانب دیکھتے ہوئے فرمایا:

''ناصر احمد۔ آجاؤ اب'' اسی لمحے حضرت میاں صاحب سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئے اور فرمایا، ''اماں جان میں آگیا''۔ یہ منظر دیکھ کر ہم سب دم بخود رہ گئے کہ میاں صاحب کے آنے کی کوئی اطلاع نہیں تھی اور نہ ہی کوئی امید تھی کہ وہ آسکتے ہیں، اور حضرت اماں جان کے منہ سے نکلنا کہ ''آجاؤ'' اور حضور کا اسی لمحے آجانا کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ اس نے ہم سب کے دل ایمان سے بھر دیے اور بعد میں یہ واقعہ حضرت مصلح موعودؓ کو بتایا گیا اور وہ بھی بہت محظوظ ہوئے۔''[1]

☆ ایک بار سورۃ یوسف پڑھتے ہوئے ذہن میں سوال آیا کہ اسلام میں اخلاقیات کا تقاضا یہ بتایا گیا ہے کہ آپ خود کو کسی عہدہ کے لئے پیش نہ کریں اور اگر کوئی عہدہ از خود دیا جائے تو اس کے تقاضے پورے کرتے ہوئے دیانت داری سے کام کریں مگر حضرت یوسفؑ خود سربراہِ مصر کو کہہ رہے ہیں کہ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ کہ مجھے وزیر خزانہ بنا دو۔ ایک نبی تو اخلاق کے اعلیٰ معیار پر ہوتا ہے تو ایسا کیوں ہوا کہ حضرت یوسفؑ نے خود کو عہدہ کے لئے پیش کیا؟

اس کے جواب میں میر صاحب نے دو باتیں بیان کیں:

''عزیز مصر تو حضرت یوسفؑ کو وزیر اعظم بنانا چاہتا تھا۔ حضرت یوسفؑ نے اس سے کم عہدہ کے بارہ میں فرمایا کہ تم مجھے خزانہ کا انچارج بنا دو کیونکہ اللہ کی وحی کی روشنی میں آپ جانتے تھے کہ آنے والے وقت میں مصر میں تباہ کن قحط پڑنے والا ہے۔ اور اللہ کی مدد کے بغیر اس میں لوگوں کی دیکھ بھال نہیں کی جاسکتی۔ دوسرا یہ کہ اگر آپ کو کوئی ذمہ داری دی جاتی ہو تو دیانت داری سے اپنے افسر کو بتا دیں کہ اس عہدہ یا ذمہ داری کے لئے مجھ میں لیاقت نہیں بلکہ میری استعداد فلاں فلاں چیز میں ہے۔ میرے اندر اللہ نے یہ قابلیت رکھی ہے سو میں اسی لحاظ سے کچھ مفید وجود بن سکتا ہوں۔ اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟

1- یہ واقعہ جماعت کے لٹریچر میں پہلے کبھی نظر سے نہیں گزرا۔ ناقل

آدھی صدی کا سفر

مکرم عرفان احمد خان صاحب۔ جرمنی

قومی اسمبلی کا فیصلہ

جن دنوں پاکستان کی قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا بیان جاری تھا، ان دنوں فرانکفرٹ کے احمدی روزانہ مسجد نور میں جمع ہوتے اور اپنی اپنی قیاس آرائیاں کرتے۔ زیادہ تر وہ نوجوان تھے جو عملی زندگی میں قدم رکھ رہے تھے۔ زمانے کے اتار چڑھاؤ سے ناواقف تھے۔ ماضی قریب میں گزرے ہوئے سیاسی حالات کے پیشِ نظر ہم سب ہی مثبت امیدیں لگائے بیٹھے تھے۔ ریڈیو، ٹی وی تو تھا نہیں موبائل کا تصور بھی نہ تھا۔ خبروں کا واحد ذریعہ لندن سے شائع ہونے والا ہفت روزہ اخبار وطن تھا جو ہفتہ کی صبح کو ایک پاکستانی دوکان پر دستیاب ہوتا۔ اس اخبار کا بہت بے چینی سے انتظار رہتا۔ ہمارے تبصروں کی بنیاد اخبار وطن میں شائع ہونے والے مواد پر ہوتی۔ لیکن ہم سب ناپختہ ذہن کے مالک نوجوان ایک مثبت فیصلہ کی امید لگائے ہوئے تھے۔ لیکن جب فیصلہ خلاف توقع آیا تو وقتی طور پر سب مایوس ہوئے اور مستقبل میں اس فیصلہ کے ظاہر ہونے والے ممکنہ اثرات پر گفتگو ہونے لگی۔ فیصلہ کے روز بھی مکرم انوری صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات بیان کر کے نوجوانوں کو حوصلہ دیا اور کچھ عرصہ اسی ماحول میں گزرا۔ اس فیصلہ سے پاکستان میں احمدیوں کی روزمرہ زندگی پر کیا اثرات مترتب ہوں گے اس سے ہر کوئی پریشان تھا۔ ہم لوگ یہی سوچتے کہ احمدیوں کو پاکستان سے ہجرت کر جانا چاہیے۔ مکرم انوری صاحب ہم بے حال نوجوانوں کی طرف دیکھتے جو سٹوڈنٹ ویزہ کا سہارا لیے ہوئے تھے اور کوئی ایک بھی مطمئن زندگی بسر نہیں کر رہا تھا۔ یورپین ممالک میں آنے کے لیے پاکستانی پاسپورٹ پر ویزا کی ضرورت تو نہیں تھی لیکن مستقل قیام کرنے کی اجازت بھی نہ تھی اور نہ ہی کوئی ایسی سکیم موجود تھی جس کے تحت بیرونی ممالک کے لوگ یہاں کام کر سکیں۔ اس بارے میں جرمنی کا جو معاہدہ ترکی کے ساتھ ہوا تھا وہ بھی منسوخ ہو چکا تھا۔

اسائلم کا آغاز

70ء کی دہائی میں جرمنی میں ویک اینڈ پر بسوں کے ذریعہ سیاحت کا بہت رواج تھا۔ جمعہ کی شام کو کئی ایک ٹریول کمپنیاں یورپین شہروں کی سیر کے لیے بسیں لے کر جاتیں اور اتوار کو واپس فرانکفرٹ آ جاتیں۔ Am Kaiser Platz پر فرانکفرٹر ہوف کے سامنے Hapag Lloyd کی بہت بڑی ٹریول ایجنسی تھی جہاں سے ہر جمعہ کی شام یورپ کے مختلف شہروں کو سیاحت کے لیے بسیں روانہ ہوا کرتیں۔ ان دنوں فلسطین کے احمدی نوجوان عبداللطیف عودہ فرانکفرٹ کی گوئٹے یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم تھے۔ انہوں نے پیرس کی سیر کے لئے مکرم انوری صاحب کو دعوت دی۔ چنانچہ ایک جمعہ کی شام مکرم فضل الٰہی انوری صاحب نور مسجد کی چابی میرے حوالہ کر کے عبداللطیف عودہ کے ساتھ عازمِ پیرس ہوئے۔ ان دنوں فلسطینیوں کو اُردن کے بادشاہ شاہ حسین نے دیس نکالا دیا تھا تو جرمنی نے بے گھر فلسطینیوں کو پناہ دی تھی۔ پیرس کے اس تفریحی سفر کے دوران مکرم انوری صاحب نے عبداللطیف عودہ سے وہ ساری تفصیل سنی جس کے تحت فلسطینی جرمنی میں آباد ہوئے تھے۔ عودہ صاحب خود اس سہولت سے فائدہ اٹھانے والوں میں سے نہ تھے بلکہ سٹوڈنٹ ویزا پر جرمنی میں زیرِ تعلیم تھے۔ سفر سے واپس آ کر مکرم انوری صاحب نے مکرم مرزا محمود احمد صاحب سیکرٹری مال اور خاکسار سے اس گفتگو کا ذکر کیا۔ عبداللطیف عودہ صاحب اور مکرم انوری صاحب کے درمیان اس موضوع پر راز و نیاز جاری رہے اور عودہ صاحب نے اپنے ہم وطنوں سے مل کر مزید تفصیلات اور وکلاء کے نام بھی بتائے۔ اس اقدام میں پاکستانی احمدیوں کے لئے ایک راستہ تو تھا لیکن لفظ اسائلم سے خوف آتا تھا۔ ذہن میں یہی خیال آتا کہ ملک کے خلاف اسائلم کا مطلب بغاوت ہے۔ حکومت پاکستان کا ردّ عمل کیا ہو گا۔ کئی سوالات ذہن میں اٹھتے۔ لیکن مکرم انوری صاحب نے اس پر کام جاری رکھا جبکہ بعض دوستوں کی رائے مختلف تھی۔

اس دوران چند احمدی احباب جرمنی پہنچ بھی گئے تھے۔ مکرم انوری صاحب اتنا بڑا قدم اٹھانے کی ذمہ داری اٹھانے کے لئے متردّد تھے۔ ان دنوں ڈاک سنسر ہو رہی تھی اور فون پر گفتگو کرنا مناسب نہ تھا۔ خاکسار دسمبر میں جلسہ سالانہ پر ربوہ جا رہا تھا۔ مکرم انوری صاحب نے مجھے ایک خط لکھ کر ہدایت دی کہ یہ ملاقات میں پیش کر دوں۔ مَیں جس روز ربوہ پہنچا اس دن جلسہ سالانہ کے انتظامات کا معائنہ تھا۔ دفتر جلسہ سالانہ کے سامنے اپنے والد محترم کے ساتھ کھڑا تھا حضور کی نگاہ پڑی تو والد صاحب کو فرمایا یہ جرمنی والا بیٹا ہے؟ مَیں نے جرأت کر کے مصافحہ کا شرف حاصل کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور ساتھ ہی مکرم انوری صاحب کا خط حضور کو پیش کر دیا۔ حضور نے وہ خط کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔ بعد میں مکرم صلاح الدین ایوبی صاحب مرحوم نے مجھے براہ راست خط دینے پر ڈانٹا اور کہا کہ خط دفتر میں دیتے ہیں جو ڈاک میں حضور کو پیش ہوتا ہے۔ مَیں نے کہا کہ مشنری انچارج صاحب کا لفافہ بند خط تھا جس کے نفسِ مضمون سے مَیں واقف نہیں۔ 23 سال کی عمر میں سیکھا ہوا یہ سبق اب تک یاد ہے اور پھر خلاف ورزی کی نوبت نہیں آئی۔ میرے جنوری 75ء میں پاکستان سے واپس آنے تک مکرم انوری صاحب کو خط کا جواب مل چکا تھا اور جرمنی میں اسائلم کی ابتداء ہو چکی تھی۔

اسائلم کی ابتداء فرانکفرٹ سے ہوئی۔ مکرم سید مبارک سرور شاہ صاحب کا پہلا اسائلم کیس تھا۔ احمدیوں کا پہلا وکیل Mr. Hoffman تھا جو ایک سو مارک لے کر ویزا آفس Ausländerbehörde کے نام خط لکھ کر دے دیتا اور وہاں جانے پر چھ ماہ کا ویزا لگ جاتا۔ یہ طریق کار سٹوڈنٹ ویزا کے بالمقابل بہت آسان لگا۔ اس وقت ہم یہ سمجھتے تھے کہ یہ جرمنی میں قیام کا ویزا ہے لیکن اس ویزا کا دارومدار اسائلم کیس پر تھا جس کا فیصلہ Zirndorf میں ہوتا تھا۔ فرانکفرٹ میں ویزوں کا جاری ہونا تھا کہ پاکستان میں خبر پھیل گئی احمدیوں کے لئے جرمنی کھل گیا۔ فروری میں کوئی دن ایسا نہ تھا کہ احمدی دوست جرمنی نہ پہنچے ہوں۔ فرانکفرٹ میں اترنے والا سیدھا نور مسجد کا رُخ کرتا۔ اس وقت جماعت چند افراد پر مشتمل تھی جن کو بیک وقت تین مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لنگر خانہ، رہائش اور ہمسایوں کا ردّ عمل۔ رہائش کے لیے تو مسجد میں بسیرا تھا۔ پولیس دن میں کئی بار آتی۔ مکرم انوری صاحب نے مقامی پولیس کو ساری صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا کہ ہم مزید رہائش گاہیں تلاش کر رہے ہیں جہاں لوگ منتقل ہو جاتے ہیں۔ صورت حال یہ تھی کہ جتنے مسجد سے جاتے اس سے زیادہ نئے احباب آجاتے۔ مسجد کے صحن میں احباب کے قہقہے، بلند آواز میں گفتگو، فٹ پاتھ پر ہجوم ہمسایوں کے لئے امتحان بنا ہوا تھا۔ رہائش گاہوں کی تلاش کے لئے اخبارات کا مطالعہ اور پھر فون کرنا ایک جنگ تھی جس سے مکرم انوری صاحب برسرِ پیکار تھے۔ رہائش کے لئے خدا نے یہ مدد کی کہ Fritz Tarnow پر ایک ہوسٹل تھا جس میں 26 سال تک کی عمر کے نوجوانوں کو رہائش کی اجازت تھی۔ حضرت مرزا عبدالحق صاحب کے ایک صاحبزادے مکرم مرزا منصور احمد صاحب بیروت لبنان سے جرمنی آ کر استعمال شدہ کاریں خریدتے، بحری جہاز پر بک کرواتے۔ بیروت میں فروخت کر کے پھر نئی کھیپ خریدنے کے لئے جرمنی آتے۔ اس طرح ان کو سال میں کئی بار جرمنی آنا ہوتا تھا۔ انہوں نے ہوسٹل کے مینیجر سے دوستی بنا رکھی تھی۔ وہ جب بھی آتے ان کو کمرہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ، Fritz-Tarnow-Straße فرانکفرٹ پر واقع سٹوڈنٹ ہوسٹل میں، دعوت کے موقع پر گروپ فوٹو (1976ء)
کرسیوں پر دائیں سے بائیں: مسٹر ڈوڈا (ہاؤس ماسٹر)، مکرم فضل الٰہی انوری صاحب مربی سلسلہ، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، مکرم چودھری ضیاء الدین صاحب (بہلول پوری)، مکرم منیر احمد فرخ صاحب (اسلام آباد)
بیٹھے ہوئے دائیں سے بائیں: مکرم ملک نسیم صاحب، مکرم شاہد حمید عباسی صاحب، مکرم ہدایت اللہ ہیوبش صاحب، مکرم ملک محمد انور اعوان صاحب
کھڑے ہوئے دائیں سے بائیں: مکرم چودھری سرور احمد صاحب (آف شیخوپورہ)، مکرم شہر یار صاحب (بیعت کی تھی مگر بعد میں احمدیت پر قائم نہ رہ سکے)، مکرم ارشد محمود صاحب، مکرم سید محمود الزمان عباسی صاحب، مکرم منیر الحق انور صاحب (ابن مکرم مولانا نور الحق انور صاحب)، مکرم مرزا محمود احمد صاحب (پیچھے)، مکرم سید طاہر احمد صاحب، مکرم منور احمد صاحب مرحوم، مکرم انوار الحسن صاحب، مکرم سلمان احمد صاحب، مکرم مبشر احمد انصاری صاحب

مل جاتا۔ چنانچہ اسائلم کے آغاز میں دوستوں کی رہائش کے لئے ان کی دوستی بہت کام آئی اور احمدیوں کو ہوسٹل میں رہائش ملنے لگی۔ ہوسٹل میں ابتدائی رہائش اختیار کرنے والوں میں ملک نسیم صاحب حال سویڈن بھی تھے۔ وہ ہوسٹل مینیجر Mr.Doda کے اسسٹنٹ بن گئے جس کے بعد وہ وقت بھی آیا کہ ہوسٹل میں صرف احمدی احباب ہی رہائش پذیر تھے۔ کامن روم میں باجماعت نمازیں ہوتیں۔ مکرم مرزا محمود احمد صاحب ابن مکرم مرزا عبدالسمیع صاحب اسٹیشن ماسٹر امام الصلوٰۃ تھے۔ Mr.Doda مسجد گوتھن برگ سویڈن کے افتتاح میں بھی شامل ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ مسجد کے افتتاح کے بعد جرمنی تشریف لائے تو ہوسٹل میں احمدی احباب کے ساتھ کھانا بھی تناول فرمایا۔

اس ہوسٹل نے لنگر خانہ کی کمی بھی پوری کی۔ نور مسجد میں جن نئے مہمانوں کی آمد ہوتی ان کا کھانا بھی یہیں تیار کیا جاتا۔ کار کسی کے پاس تھی نہیں۔ دیگچیاں انڈر گراؤنڈ اور 36 نمبر بس پر نور مسجد پہنچائی جاتیں۔ مہینوں یہ سلسلہ دن میں دو بار جاری رہا جس میں حصہ لینے والوں میں مکرم چوہدری ضیاء الدین صاحب مرحوم، مکرم مرزا عبدالشکور صاحب مرحوم، مکرم مرزا محمود احمد صاحب مرحوم، مکرم سلمان احمد خان صاحب مرحوم، مکرم شاہد حمید عباسی صاحب، مکرم اسداللہ خان طارق صاحب، مکرم فضل الرحمان عامر صاحب، مکرم اسمٰعیل نوری صاحب، مکرم مظفر غازی صاحب، مکرم ملک نسیم احمد صاحب، مکرم مرزا منصور احمد صاحب حال نائیجیریا اور کئی رفقاء شامل تھے۔ ہجرت کے ابتدائی دن بہت کٹھن تھے۔ وسائل کی کمی، ملک نیا، ماحول غیر مانوس، زبان سے عدم واقفیت، طریق کار سے اجنبیت غرض آئے روز نئی مشکلات سے واسطہ پڑتا۔ آفرین ہے اس وقت کے مشنری انچارج مکرم فضل الٰہی انوری صاحب پر جو ہر درد کی دوا اور دن رات اس کام کے لئے وقف تھے۔ ایک دُھن سوار تھی کہ جماعت کے لوگ Settle ہو جائیں۔ ایک دوسری جگہ جس کو ہجرت پر مجبور لوگوں کو اپنے اندر سمونے کا انمول موقعہ میسر آیا Theobald- Christ-Str تھی۔ جہاں مکرم وسیم احمد چوہدری صاحب مرحوم، مکرم حمید اللہ خان صاحب مرحوم، مکرم رائے قمر احمد صاحب مرحوم، مکرم عبدالغفور چوہان صاحب مرحوم، مکرم مبشر احمد کاہلوں صاحب، مکرم محمد احمد گردیزی صاحب، مکرم مجید احمد طاہر صاحب، مکرم امجد احمد صاحب، مکرم عبداللہ نیازی صاحب، مکرم عباس انور صاحب کی خدمات تاریخ کا حصہ ہیں۔ (جاری ہے)

مکرم صفوان احمد ملک صاحب، آفس انچارج شعبہ تبلیغ

آگے بڑھتے رہو دم بدم دوستو

کولون میں بین المذاہب ملاقات

مورخہ 16 نومبر 2025ء کو کولون کے لوتھر چرچ میں بین المذاہب مکالمہ کا انعقاد ہوا، جس میں یہودیوں کی طرف سے کولون کی لبرل یہودی برادری کے چیئر مین Rafi Rothenberg صاحب، عیسائیوں کی طرف سے پروٹسٹنٹ چرچ کے نمائندہ Dr. Ulrich Höver اور اسلام کی طرف سے جماعت احمدیہ کی نمائندگی میں محترم شکیل احمد عمر صاحب مربی سلسلہ کولون نے شرکت کی۔ تمام مذاہب نے اپنی اپنی الہامی کتابوں سے کچھ حصہ پیش کیا۔ اسلام کی جانب سے محترم مربی صاحب موصوف نے سورۃ الفاتحہ کی تلاوت اور ترجمہ پیش کیا۔ یہودی اور عیسائی نمائندوں نے حضرت داؤدؑ کی کتاب غزل الغزلات کے حوالہ سے مشترکہ طور پر کچھ آیات پیش کیں اور ان کی تفسیر کی اور اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیں۔ اسلام کی طرف سے مکرم شکیل احمد عمر صاحب مربی سلسلہ نے اسلام میں خدا کا تصور اور اُس کی صفت رحمٰن و رحیم کے حوالے سے بیان کیا جسے لوگوں نے بہت سراہا۔ اسی طرح جماعت احمدیہ کو یہ بھی موقع میسر آیا کہ 6 بچوں نے جرمن زبان میں ترانہ Islam heißt Frieden یعنی اسلام کا مطلب امن ہے پیش کیا، جسے بہت پسند کیا گیا۔

لوتھر چرچ کی انتظامیہ نے ایک خوبصورت ٹریکٹ بنا کر اس پروگرام کی خود تشہیر کی جس میں تینوں مذاہب کے نمائندگان کی تصاویر بھی تھیں۔ مجموعی طور پر ہال میں ایک سو سے زائد افراد موجود تھے جنہیں اسلام احمدیت کا تعارف کروانے کی توفیق ملی۔ اس موقع پر صدر جماعت کولون اور ان کی ٹیم نے انتظامی لحاظ سے معاونت کی، اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر سے نوازے، آمین۔

غیر مسلم وفد کا مسجد سمیع ہنوور کا دورہ

جماعت احمدیہ Hannover کو مورخہ 29 نومبر 2025 کو تقریباً 40 غیر مسلم افراد پر مشتمل وفد کی میزبانی کرنے کی توفیق ملی۔ مسجد کا یہ دورہ دراصل ایک خوشگوار سلسلے کا تسلسل ہی تھا۔ گزشتہ کئی برسوں سے اس گروپ کے منتظم صاحبان اسلام کی خوبصورت تعلیمات جاننے کے لئے ہماری مسجد کا دورہ کرتے رہتے ہیں۔ اس بار بھی انہوں نے مقامی جماعت سے رابطہ کر کے اپنی آمد کی اطلاع کی۔ یہ وفد مقررہ وقت پر مسجد میں پہنچا جہاں ان کا پرتپاک استقبال کیا گیا۔ مہمانوں کو مسجد کا دورہ کروانے کے بعد مرکزی ہال میں مقامی مربی سلسلہ محترم جواد احمد صاحب نے تقریباً دو گھنٹے پر مشتمل نشست میں اسلام کے بنیادی اصول اور خصوصاً جماعت احمدیہ کے نقطۂ نظر سے روشناس کروایا گیا۔ دوسرا گھنٹہ مکمل طور پر سوال و جواب کے لیے مختص کیا گیا تھا جس میں مہمانوں کی طرف سے سوالات کیے گئے۔ ان میں عمومی نوعیت کے سوالات کے علاوہ بعض قدرے تنقیدی پہلو اپنے اندر رکھتے تھے۔ عمومی سوالات میں اسلام میں عورت کے مقام و حقوق، مسجد میں مردوں اور عورتوں کے علیحدہ بیٹھنے کے انتظام، اسی طرح مسجد کے مالی معاملات کے بارے میں پوچھا گیا۔ اس کے علاوہ بعض سوالات ثقافتی و سیاسی لحاظ سے اسلام کے اُن تصورات سے متعلق تھے جنہیں میڈیا میں پیش کیا جاتا ہے۔ مہمانوں نے اس بات پر خوشگوار حیرت کا اظہار کیا کہ اتنے پیچیدہ موضوعات کو بھی ان کی اپنی زبان میں نہایت سادہ اور واضح انداز میں بیان کیا

گیا ہے۔ اختتام پر ملنے والی آراء نہایت حوصلہ افزا تھیں۔ کئی مہمانوں نے برملا اس بات کا اظہار کیا کہ اگر انہیں اسلام کی پُرامن تعلیمات کو اسی انداز میں بتایا جاتا تو شاید وہ خود بھی اسلام قبول کرنے کے بارے میں سنجیدگی سے سوچتے۔ سارے وفد نے اس ملاقات پر دلی مسرت کا اظہار کیا اور وعدہ کیا کہ وہ اپنے گھروں اور سماجی حلقوں میں اس تجربے اور حاصل شدہ معلومات کا ذکر کریں گے۔

نشست کے بعد مہمانوں کی تواضع پاکستانی کھانے سے کی گئی۔ پروگرام کی کامیابی پس پردہ کارکنان کی مشترکہ محنت کا نتیجہ تھی بالخصوص باورچی خانہ میں پانچ افراد پر مشتمل ٹیم کے نگران محترم سرفراز احمد صاحب کی مساعی قابلِ ذکر ہے۔ اسی طرح مقامی صدر جماعت مکرم عارف احمد خان صاحب اور مکرم خواجہ ادریس صاحب نے مجموعی انتظام اور پروگرام کی ترتیب میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

طلباء کا بیت الواحد ہاناؤ کا دورہ

مسجد بیت الواحد ہاناؤ میں 25 نومبر 2025ء کو 100 طلباء اور 5 اساتذہ پر مشتمل ایک وفد تشریف لایا جس نے ایک گھنٹہ سے زائد مسجد کا دورہ کیا۔ سب سے پہلے طلباء کو مسجد کا بنیادی تعارف کروایا گیا اور نماز کے لیے مخصوص ہالز، وضو کی جگہ، ملٹی فنکشن ہال دکھائے گئے۔ اس دوران بچوں نے مختلف سوالات بھی کیے۔

بعد ازاں طلباء مسجد کے مرکزی ہال میں چلے گئے جہاں مختصر نشست میں مکرم مصلح باسط صاحب مربی سلسلہ نے اسلام کا مختصر تعارف پیش کیا۔ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان، نماز کی اہمیت، اسلام کے امن و محبت کے پیغام سے آگاہ کیا۔ تعارف کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ طلبہ نے غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کیا اور متعدد سوالات کیے۔ اساتذہ نے بھی اس نشست کو بہت سراہا اور بتایا کہ طلبہ نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ ایک استاد نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں آج کے پروگرام کی دوہری خوشی ہے کہ ایک تو آپ نے بہت اچھے انتظامات کیے۔ دوسرا یہاں آنے سے قبل ہم نے مختلف مساجد کی انتظامیہ سے رابطہ کیا تھا لیکن ہمیں انکار کا سامنا کرنا پڑا۔ بعد ازاں کسی کی تجویز پر ہم نے احمدیہ جماعت ہناؤ سے رابطہ کیا تو آپ نے نہ صرف فوراً رضامندی کا اظہار کیا بلکہ خوشی سے ہمیں دعوت دی جس کے لیے ہم بے حد ممنون ہیں۔ دورہ کے اختتام پر ریفریشمنٹ پیش کی گئی۔ طلبہ نے اس مہمان نوازی کو بہت پسند کیا اور شکریہ ادا کیا۔

پروگرام کے انعقاد میں مکرم غلام مصطفیٰ بلوچ صاحب، مکرم احمد حسنی جنجوعہ صاحب صدران حلقہ، مکرم مبارک احمد چٹھہ صاحب لوکل سیکرٹری تربیت، مکرم عدیل طارق صاحب لوکل سیکرٹری تربیت نومبائعین اور مکرم مجید خان صاحب کو خدمت کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمت کو قبول فرمائے اور اس نشست کے مثبت نتائج ظاہر فرمائے، آمین۔

(مبارک احمد شاہد، لوکل امیر ہاناؤ)

مسجد بیت الرشید ہمبرگ

18 نومبر 2025ء کو وفاقی وزیر داخلہ کے پارلیمانی اسٹیٹ سیکرٹری Christoph de Vries نے مسجد بیت الرشید کا دورہ کیا۔ موصوف سے جرمنی میں اسلام سے متعلق مختلف امور پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا گیا۔ مکرم حسیب احمد گھمن صاحب مربی سلسلہ نے نظامِ خلافت اور اس کی برکات کے حوالہ سے سیر حاصل گفتگو کی۔ لوکل سیکرٹری صاحب امور خارجیہ نے احمدی پناہ گزینوں کے معاملات اور موجودہ صورتِ حال پر روشنی ڈالی۔ مزید برآں ہیومینیٹی فرسٹ کی جانب سے Disaster Relief پروگرام متعارف کروایا گیا جو ملکی سطح پر آفات سے نمٹنے کے لیے امدادی سرگرمیوں پر مشتمل ہے۔ شعبہ ضیافت کے کارکنان مکرم عباس بٹ صاحب اور مکرم ممتاز بٹ صاحب کو خصوصی خدمت کا موقع ملا۔

3 دسمبر 2025ء کو ہمبرگ کے پولیس چیف Falk Schnabel بیت الرشید ہمبرگ میں آئے۔ مسجد کا تعارف اور دورہ کروانے کے بعد اسلام اور اس کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ موصوف نے اسلام کی نہایت بلند پایہ تعلیمات اور نقطۂ نظر پر گہرے احترام کا اظہار کیا۔ اس سے قبل موصوف کولون میں پولیس چیف تھے۔ انہوں نے کولون میں جماعت احمدیہ کی معاشرتی فلاح و بہبود کے لیے انجام دی جانے والی سرگرمیوں کو بھی نہایت قدر کی نگاہ سے یاد کیا۔

بادمیرین برگ

8 دسمبر 2025ء کو جماعت احمدیہ کے ایک وفد نے سیاسی جماعت سی ڈی یو کی طرف سے ترتیب دیے گئے پروگرام میں شرکت کی جس کا مرکزی موضوع جرمنی میں ٹرانسپورٹ کے مسائل تھا۔ پروگرام کے بعد جرمنی کے وفاقی وزیر برائے ٹرانسپورٹ پیٹرک شنائیڈر سے جماعتی وفد کی ملاقات ہوئی جس میں مکرم انصر احمد صاحب مربی سلسلہ، مکرم مرزا طلال احمد صاحب اور خاکسار شامل تھے۔ موصوف کو جماعت کا مختصر تعارف کروایا گیا اور تحفہ پیش کیا گیا۔ موصوف جماعت کے بارے میں پہلے سے جانتے تھے اور موصوف نے جماعت کے بارے میں بہت محبت اور احترام کا اظہار کیا۔ (خواجہ مظفر احمد، بادمیرین برگ)

جناب Falk Schnabel بیت الرشید کے دورہ کے دوران

جناب Christoph de Vries بیت الرشید کے دورہ کے دوران

جناب پیٹرک شنائیڈر بادمیرین برگ کے جماعتی وفد کے ساتھ

محمد الیاس منیر

رُلائے گی مری یاد ان کو مدتوں صاحب
کریں گے بزم میں محسوس جب کمی میری

ہم ابھی پرائمری سکول (کچابازار) میں تھے اور ہائی سکول جانے کی تیاریاں کررہے تھے کہ دو تین نام بار بار کانوں میں پڑتے، جن میں مکرم ماسٹر اتالیق صاحب، مکرم پی ٹی ماسٹر صاحب اور مکرم بھامڑی صاحب شامل تھے۔اس طرح بچپن سے ہی ان بزرگ اساتذہ کا ایک خاص قسم کا احترام ملا رعب دل و دماغ میں جاگزیں ہوگیا۔تعلیم الاسلام پرائمری سکول سے پانچویں پاس کر کے چھٹی کلاس میں آئے تو ان سمیت بہت سے دیگر بزرگ اساتذہ سے ہمیں بہت زیادہ محبّت اور شفقت ملی۔انہوں نے تعلیم کے ساتھ ساتھ ہماری تربیت میں بھی پوری کوشش فرمائی، فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔ آج اس تحریر میں استاذی المحترم والمکرم مولوی محمد ابراہیم بھامڑی صاحب مرحوم ومغفور کا ذکر خیر کرنا مقصود ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہر روز صبح سات بجے سکول شروع ہوتا تو اس کا آغاز دسویں کلاس کے کمروں کے سامنے اسمبلی سے ہوا کرتا جس کے نگران محترم بھامڑی صاحب ہوتے۔تلاوت قرآن کریم کے بعد محترم بھامڑی صاحب ایک مختصر مگر جامع درس دیا کرتے جو قرآن کریم کی کسی آیت اور اسی کی مناسبت سے حدیثِ رسول ﷺ پر مشتمل ہوتا۔آپ کی آواز اس قدر بلند ہوتی کہ کھلی جگہ پر پانچ سات سو طلبہ کے مجمع میں آخر تک پوری طرح سنائی دیتی، انداز ایسا دلکش کہ سارا دن دل و دماغ پر اس نصیحت کا اثر رہتا، کلام میں رَوانی اور سلاست ایسی کہ ہر عمر کا طالب علم بآسانی اسے جذب کر لیتا۔میں نے چھٹی سے لے کر دسویں تک آپ کے اس درس سے استفادہ کیا۔ایک تو مجھے نہیں یاد کہ آپ نے کبھی ناغہ کیا ہو اور دوسرے آپ کی آواز کی سطح اور طرز بیان کی پختگی میں کبھی فرق آیا ہو۔سادگی، سچائی، اخلاص اور ہمدردی آپ کے اس درس کا خاصہ ہوتی۔

جب نویں جماعت میں پہنچا تو آپ کا باقاعدہ شاگرد ٹھہرا۔آپ نے ہمیں دو سال اسلامیات کا مضمون پڑھایا۔سرکاری نصاب کے ساتھ آپ ہمیں قرآن کریم کا ترجمہ بھی پڑھاتے، روزمرہ کی دعائیں بھی یاد کرواتے، ہر مناسب موقع پر قیمتی نصائح بھی فرماتے،اعلیٰ دینی و اخلاقی اقدار اور جماعتی روایات کے خود تو پابند بلکہ امین تھے ہی طلبہ کو بھی سکھاتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب آپ نے ہمیں دعائے جنازہ یاد کروائی تو ساتھ ہی فرمایا کہ اسے نماز جنازہ کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً پڑھتے رہا کریں،اس طرح سے ایک تو آپ کو یاد رہے گی اور دوسرے دنیا میں کہیں نہ کہیں، کوئی نہ کوئی مسلمان فوت تو ہوتا ہی رہتا ہے،اس کے حق میں قبول ہوتی رہے گی۔

محترم بھامڑی صاحب اپنے شاگردوں کو عموماً بدنی سزا نہیں دیتے تھے، طلبہ کی کوتاہیوں اور شرارتوں سے اکثر صرفِ نظر ہی فرماتے لیکن اگر کبھی کوئی غیرمعمولی حرکت محسوس ہوتی تو پھر اپنے بھاری بھرکم ہاتھوں سے خوب خبر لیتے تھے۔ تاہم اس میں بھی ایک درد ہوتا، محبت وشفقت کا ہاتھ ہوتا جس کی وجہ سے طالب علم میں کوئی منفی ردّعمل پیدا نہ ہوتا بلکہ اس کی تربیت کا ہی باعث بنتا گویا ''جو لگے تیرے ہاتھ سے زخم نہیں علاج ہے'' کا مضمون جاری ہوتا۔

جب ہم آپ کی شاگردی میں آئے تو اس وقت آپ کی عمر ریٹائرمنٹ کی تھی لیکن آپ جوانوں کی طرح اپنے جملہ فرائض سرانجام دیتے ہوئے نظر آتے، وقت پر صبح سویرے اپنی ڈیوٹی پر پہنچنا اور پھر سارا دن سکول میں گزارنا۔ہم نے کبھی آپ پر تھکاوٹ کے آثار نہیں دیکھے، ہر وقت ہشاش بشاش اور تازہ دم ہوتے۔گھر سے پیدل آتے جاتے، زیادہ سے زیادہ بائیسکل وسیلہ سفر ہوتا اور یہی آپ کی شاندار صحت کا راز تھا۔

ہمارے زمانہ میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کو محترم بھامڑی صاحب مرحوم کے وجود میں نہ صرف ایک ماہر استاد میسر تھا بلکہ ایک نیک اور مخلص مربی بھی، جس کی گفتار قرآن وحدیث اور مسیحی انفاس سے معطّر تھی تو کردار اسلامی تعلیم وسیرت کا ٹھیٹھ نمونہ۔اور آپ کی ان ہر دو صفات سے ہم طلبہ خوشہ چینی کرتے اور فیض اٹھاتے۔

آپ اپنے شاگردوں کو نہ صرف یاد رکھتے بلکہ ان سے دلی محبّت کرتے۔ مجھے یاد ہے کہ کئی مرتبہ مجھے جرمنی فون کر کے میری خیریت معلوم کی جس سے آپ کی اس محبّت کا اظہار ہوتا ہے جو آپ کو اپنے شاگردوں سے تھی۔جب بھی میرے بچے ربوہ آپ کے گھر حاضر ہوتے، ان سے بھی اس محبّت کا اظہار فرماتے۔

الغرض ہمارے پیارے اور محترم استاد مولوی محمد ابراہیم بھامڑی صاحب ان افرادِ جماعت میں سے تھے جو سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کے سانچہ میں ڈھلے ہوئے اور ان چراغوں میں سے ایک چراغ تھے جنہیں اونچی جگہ رکھا جاتا ہے، ان علماء میں سے جنہیں حضرت مسیح موعودؑ مدرسہ احمدیہ کے ذریعہ تیار کرنا چاہتے تھے، سلسلہ کے ان خدام میں سے تھے جنہوں نے دین کی خدمت اور قوم کی تعمیر کے لئے اپنے وجود کا ذرّہ ذرّہ صرف کر ڈالا اور آخر دم تک وقف کی روح کے ساتھ اپنا عہد نبھایا۔آپ کے وجود میں جو چراغ روشن تھا، اُس سے لاتعداد سینے اور گھر روشن ہوئے بلکہ کتنے ہی چراغ روشن ہوتے چلے گئے۔

اے خدا! بر تربت اُو ابرِ رحمت ہا ببار
داخلش کن از کمالِ فضل در بیت النعیم

بلانے والا ہے سب سے پیارا

اعلانات وفات و دعائے مغفرت

مکرم نعیم احمد جنجوعہ صاحب

خاکسار کا بھانجا اور داماد عزیزم نعیم احمد جنجوعہ ابن مکرم اللہ دتہ صاحب 17 نومبر 2025ء کو اپنے بیٹے کے گھر میں شادی کی تیاری کے دوران تیسری منزل سے نیچے گرنے کے باعث وفات پا گئے،

اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم کا تعلق جماعت برگش گلڈباخ سے تھا۔ آپ کے پڑنانا حضرت اللہ دتہ جنجوعہ صاحبؓ 1903ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔عزیزم جماعتی خدمت کے لیے ہمیشہ پیش پیش رہتا۔ جلسہ سالانہ کے دوران وقارعمل اور شعبہ ضیافت میں نمایاں خدمت کرتا۔ اپنے بوڑھے والدین کی بھی بہت خدمت کرتا۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ 26 نومبر کو قبرستان Moitzfeld میں مکرم شکیل احمد عمر صاحب مربی سلسلہ نے پڑھائی اور وہیں تدفین ہوئی۔

(محمد یعقوب جنجوعہ، برگش گلڈباخ)

مکرم تقی الدین صاحب

خاکسار کے والد محترم تقی الدین صاحب ابن مکرم بشیر الدین صاحب (فرانکفرٹ گریس ہائیم) 23 اکتوبر 2025ء کو بعمر 76 سال وفات پا گئے،

اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم کے دادا مکرم کیپٹن وہاب الدین صاحب خلافت ثانیہ کے آغاز میں بیعت کر کے جماعت میں داخل ہوئے۔نہایت حلیم طبع، بردبار، مہمان نواز اور خوش اخلاق انسان تھے۔ آپ نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ 23 اکتوبر کو بیت السبوح میں ادا کی گئی اور 28 اکتوبر کو قبرستان Südfriedhof فرانکفرٹ میں تدفین ہوئی۔

(عماد الدین، گریس ہائیم فرانکفرٹ)

محترمہ فہمیدہ اختر صاحبہ

خاکسار کی اہلیہ محترمہ فہمیدہ اختر صاحبہ (نوئے وِیڈ) بنت مکرم غلام اکبر سندھو صاحب مرحوم چک 43 جنوبی سرگودھا مؤرخہ 28 اکتوبر 2025ء کو بعمر 56 سال بقضائے الٰہی وفات پا گئیں، اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ پیدائشی احمدی تھیں اور نہایت مخلص گھرانہ سے تعلق تھا۔ بڑی سادگی اور صبر وشکر کے ساتھ زندگی گزاری۔ نہایت ملنسار، دعاگو اور سب عزیز واقارب سے مشفقانہ سلوک کرنے والی تھیں۔ اپنی اکلوتی بیٹی کو قرآن کریم باترجمہ پڑھایا۔

مرحومہ نے پسماندگان میں خاکسار کے علاوہ ایک بیٹی عزیزہ ادیبہ فلک اور ایک بھائی مکرم شفقت محمود سندھو صاحب مقیم چک 43 جنوبی سرگودھا یادگار چھوڑا ہے۔ آپ کی نماز جنازہ 31 اکتوبر کو بیت الرحیم نوئے وِیڈ میں مکرم مدثر احمد صاحب مربی سلسلہ نے پڑھائی اور 3 نومبر کو قبرستان Dierdorfer Str میں تدفین ہوئی۔

(فلک شیر اَولکھ، نوئے وِیڈ)

محترمہ نگہت خان صاحبہ

خاکسار کی والدہ محترمہ نگہت خان صاحبہ اہلیہ مکرم ذکاءاللہ خان صاحب مرحوم 14 دسمبر 2025ء کو بعمر 73 سال وفات پا گئیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ آپ کے دادا حضرت ڈاکٹر فیض قادر خان صاحبؓ (فیض اللہ چک) کے ذریعہ ہوا جنہوں نے 1897ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ مرحومہ انتہائی نیک، شریف النفس، عبادت گزار اور خلافت سے گہرا تعلق رکھنے والی تھیں۔ افراد خاندان سے انتہائی شفقت کا سلوک کرتیں۔ نہ صرف اپنے خاندان کی بچیوں کو گھر سے رخصت کیا بلکہ پاکستان سے آنے والی احمدی بچیوں کو ان کی شادی کے موقع پر نہایت احسن رنگ میں اپنے گھر سے رخصت کیا ضرورت مندوں کا خاص خیال رکھتیں اور حتی الوسع ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرتیں۔ مرحومہ بہت مہمان نواز تھیں۔ نمازوں کی پابند تھیں۔ اپنے گھر میں بھی نماز سنٹر کا قیام کیا۔ بہت باہمت اور بلند حوصلہ کی مالک تھیں۔ اپنی شدید بیماری کو بھی لمبا عرصہ نہایت صبر سے برداشت کیا۔ اسی طرح اپنے شوہر اور نومولود بیٹی کی وفات پر بھی کمال صبر دکھایا۔

مرحومہ موصیہ تھیں۔ آپ نے پسماندگان میں تین بیٹے اور ایک بیٹی یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ 21 دسمبر کو مکرم نیشنل امیر صاحب جرمنی نے بیت السبوح فرانکفرٹ میں پڑھائی۔ بعدازاں 23 دسمبر کو Südfriedhof فرانکفرٹ میں تدفین ہوئی۔

(عمران ذکاء، محاسب ونائب امیر جرمنی)

مکرم ملک جہانگیر احمد زیب صاحب

خاکسار کے بھائی مکرم جہانگیر احمد زیب ملک صاحب (جماعت ہربورن) ابن مکرم اورنگزیب ملک صاحب 16 نومبر 2025ء کو بعمر 56 سال وفات پا گئے،

اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم کا تعلق سروالا ضلع اٹک سے تھا اور تیس سال سے جرمنی میں مقیم تھے۔ نہایت صاف گو اور شریف النفس انسان تھے۔ ہماری والدہ کی 1990ء میں وفات ہوئی تو مخالفین نے تدفین میں روک ڈالی اور ایک مخالف مولوی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ قبر اکھیڑ دی جائے۔ اس پر خدا کی لاٹھی چلی اور اسی روز اس مخالف مولوی کی شدید ٹریفک حادثہ میں موت ہوگئی۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا بعمر 9 سال اور بیٹی بعمر 11 سال یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ 20 نومبر کو قبرستان Dillenburg میں مکرم ساحل احمد منیر صاحب مربی سلسلہ نے پڑھائی اور وہیں تدفین ہوئی۔ (شہریار احمد زیب ملک، ٹورانٹو کینیڈا)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک کرتے ہوئے جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازے، آمین

جرمنی کے شمال مغربی شہر نورڈھورن (Nordhorn) میں
تعمیر ہونے والی پہلی احمدیہ مسجد صادق کا افتتاح مؤرخہ 6 دسمبر 2025ء
کو امیر جماعت احمدیہ جرمنی محترم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب نے کیا۔
تفصیلی رپورٹ آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں

جماعت احمدیہ جرمنی کی تبلیغی مساعی کی چند جھلکیاں

کولون میں بین المذاہب ملاقات کا منظر

جرمن مہمانوں کا وفد مسجد سمیع ہنوور میں

سکول کے طلباء کا ایک وفد مسجد بیت الواحد ہاناؤ میں

Monthly
Germany
AKHBAR-E-AHMADIYYA
VOL 27
ISSUE 1
JANUARY 2026
ISSN : 2627-5090
Tel : +49 6950688722
Fax : +49 6950688722
Editor : Muhammad Ilyas Munir
PUBLISHER: SHOBA ISHAAT JAMAAT AHMADIYYA GERMANY PRINTER: RANA PRINT, HERKULESSTRASSE 45 50823 KÖLN
Email: akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de